إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ   ساری کثرت پاتے یہ ہیں

تفسیر سورۂ کوثر

از

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

(المتوفی: ۶۰۶ھ)

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام

1- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور 7594003

إِنَّآ أَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ   ساری کثرت پاتے یہ ہیں

تفسیر سورۂ کوثر

از

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ

(المتوفیٰ: ۶۰۶ھ)

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

کاروان اسلام

1- فصیح روڈ اسلامیہ پارک لاہور 7594003

نام کتاب	:	تفسیر سورۂ کوثر
مصنف	:	امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ
ترجمہ	:	مفتی محمد خان قادری
باہتمام	:	ملک محبوب الرسول قادری
باراول	:	دسمبر 2001ء رمضان المبارک 1422ھ
ناشر	:	کاروان اسلام پبلی کیشنز
		1- فصیح روڈ، اسلامیہ پارک لاہور۔
		فون: 7594003
قیمت	:	16 روپے صرف

میزان حروف

از: ملک محبوب الرسول قادری

حضرت امام فخر الدین رازی ابو عبداللہ محمد بن عمر بن حسین رحمہ اللہ تعالیٰ قریشی النسب ہیں۔ آپ کی ولادت ایران میں تہران کے قریب قصبہ رے میں ہوئی۔ سن ولادت کے متعلق تین اقوال ہیں جن میں ۵۴۳ھ، ۵۴۴ھ اور ۵۴۵ھ شمار کئے جاتے ہیں اور یہ ۲۵ رمضان المبارک کا تقدس مآب دن تھا۔ والد گرامی حضرت امام ضیاء الدین رحمہ اللہ تعالیٰ ایک مستند اور جید عالم دین تھے اور امام بغوی کے تلمیذ خاص تھے۔ اپنے قصبہ ''رے'' کے مرکزی خطیب تھے اسی بناء پر حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کو بچپن سے ہی ''ابن خطیب الرے'' کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔

آپ نے بڑی محنت سے علم حاصل کیا۔ اس مقصد کے لیے دور دراز کے سفر کئے۔ طبیعت میں استغنا تھا اور فروغ علم کو آپ نے اپنی مبارک زندگی کا مقصد بنالیا۔ نہایت باوقار شخصیت کے مالک تھے اور علمی وجاہت و دبدبہ ہر محفل میں برقرار رکھتے۔ بڑے سے بڑے رؤسا اور حکمران بھی حاضر ہوتے تو فوقیت آپ ہی کو حاصل رہتی۔ سخاوت آپ کا معمول تھا۔ اپنے عہد کے بادشاہ آپ کے علمی مرتبے کے معترف و مداح تھے اور آپ کو اپنے دربار میں نہایت عزت و احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ آپ کو مختلف علوم پر مکمل دسترس حاصل تھی۔ جب آپ سفر کرتے تو آپ کے ساتھ تین تین سو تک کی تعداد میں طلبہ کے قافلے پیدل چلتے اور ہر ایک دوران سفر آپ سے اپنی اپنی ضرورت کے مطابق علم حاصل کرتا۔ سبق پڑھتا اور مسائل پوچھتا۔ کسی کو تفسیر اور فقہ میں راہنمائی درکار ہوتی تو کوئی اصول اور طب وغیرہ کے مسائل پوچھتا تھا۔ آپ کی باتیں کانوں کے راستے دلوں میں اترتی تھیں اور دماغوں میں اپنا مستقل ٹھکانہ بنالیا کرتی تھیں۔ فن خطابت میں بھی آپ اپنے عہد میں اپنا کوئی نظیر نہیں رکھتے

تھے۔ مختلف زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ اس لیے مختلف خطوں کے لوگ جوق در جوق حاضر ہوتے اور فیض یاب واپس لوٹتے تھے۔ آپ کے خطابات میں علم وعرفان کا دریا بہتا تھا۔ آپ ہر سطح کے افراد کے لیے راہنمائی کا مواد نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ لوگوں کے ذہنوں میں منتقل فرماتے تھے۔

زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے ہزاروں افراد آتے اور اپنی تسلی وتشفی کے بعد واپس لوٹتے۔ آپ کی مجلس میں مختلف مذاہب اور عقائد کے حامل افراد آتے۔ اپنے اپنے اشکال پیش کرتے اور حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ انکا حل پیش فرماتے۔ یوں گمراہوں کو صراط مستقیم اور بد مذاہب کو نور اسلام وایمان کی نعمت عظمیٰ نصیب ہوتی۔ اسی لیے آپ کو ''شیخ الاسلام'' کا لقب دیا گیا۔

سلطان شہاب الدین غوری اور سلطان علاء الدین خوارزم جیسے بادشاہوں نے آپ کی خدمت میں روپے پیسے کے ڈھیر لگا دیے جنہیں آپ نے غربا' مساکین اور مستحق طبقات میں تقسیم کر دیتے۔ اس زمانے کے بادشاہ علم اور اہل علم کے قدر دان تھے۔ اسی لیے جب سلطان علاء الدین خوارزم کو کوئی مسئلہ درپیش ہوتا یا ویسے زیارت وملاقات کا خیال آتا تو بادشاہوں کے عام رواج کے مطابق آپ کو اپنے دربار میں نہ بلاتا بلکہ خود حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور نیازمندی کا اظہار کرتا تھا۔

جب امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کلاس پڑھاتے تو شہاب الدین نیشاپوری' زین العابدین الکشی اور قطب المصری جیسے لوگ آپ کے اردگرد حلقہ بنا کر بیٹھتے نوٹس لیتے اور علم کے موتی چنتے تھے۔ امام کا انداز تدریس بالکل مختلف اور منفرد تھا۔ جب کوئی شخص دوران تدریس کوئی سوال پوچھتا تو آپ کے شاگردوں میں سے کوئی جواب دیتا اگر جونیر طلبہ میں سے کوئی جواب نہ دے سکتا تو پھر بڑے طلبہ میں سے کوئی جواب دیتا۔ اگر ایسا بھی نہیں تو پھر خود امام رازی مفصل جواب ارشاد فرماتے۔ یوں اپنے سامنے اپنے طلبہ کی عملی تربیت کا اہتمام بھی فرماتے۔ امیر غریب' چھوٹے بڑے ہر طبقہ اور خیال کے لوگ امام رازی سے اکتسابِ علم کرتے تھے۔

حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک عجیب اور دلچسپ واقعہ حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری نے شیخ شمس الدین کے حوالے سے رقم کیا ہے کہ۔۔۔

''میں اس وقت امام رازی کے پاس موجود تھا' سردی کا موسم تھا' برفباری بہت ہوئی تھی۔ خوارزم کی سردی اپنی آخری حدوں کو چھو رہی تھی۔ جامع مسجد کے دائرے میں ایک باز ایک کبوتری کا تعاقب کر رہا تھا۔ قریب تھا کہ اسے پکڑ لے' کبوتری ہر طرف بھاگ دوڑ کر تھک گئی۔ اسے کہیں پناہ نہ ملی تو وہ اس ایوان میں داخل ہوئی جس میں امام خطاب کر رہے تھے' کبوتری نے اپنے آپ کو امام رازی کے سامنے گرا دیا اور اس طرح نجات پائی۔ شرف الدین عنین میں مجھے بتایا کہ انہوں نے فی البدیہ چند اشعار تیار کئے ہیں۔ پھر انہوں نے اٹھ کر امام رازی سے اجازت طلب کی کہ اس واقعے سے متعلق کچھ اشعار عرض کرنا چاہتا ہوں۔ امام نے انہیں اجازت دے دی' انہوں نے کہا:

جاءَ تْ سُلَیْمَانَ الزَّمَانِ بِشَجْوِھَا ۔ وَالْمَوْتُ یَلْمَعُ مِنْ جَنَاحَیْ خَاطِفٖ

مِنْ نَبَاِ الْوَرْقَاءِ اَنَّ مَحَلَّکُمْ ۔ حَرَمٌ وَاَنَّکَ مَلْجَأٌ لِّلْخَائِفِ

کبوتری اپنے غم کے ساتھ زمانے کے سلیمان کے پاس اس حال میں حاضر ہوئی کہ موت شکاری پرندے کے پروں سے جھلک رہی تھی۔

کبوتری نے خبر دی ہے کہ آپ کا دربار حرم ہے اور آپ خوف زدہ کے لئے ملجا و ماویٰ ہیں۔

امام رازی یہ اشعار سن کر بہت خوش ہوئے۔ انہیں اپنے قریب بٹھایا اور مجلس برخاست ہونے کے بعد ان کو خلعت فاخرہ اور بہت سے دینار بھجوائے' اور ہمیشہ ان پر احسان کرتے رہے''۔

آگے مزید رقمطراز ہیں ۔۔۔''ابن صلاح فرماتے ہیں مجھے قطب طوغانی نے دو دفعہ بتایا کہ انہوں نے امام رازی کو فرماتے ہوئے سنا کہ کاش میں علم کلام میں مشغول نہ ہوا ہوتا' یہ کہا اور بے ساختہ رو دیئے۔

امام رازی سے منقول ہے کہ میں نے علم کلام اور فلسفہ کے طریقوں اور اندازوں کو

آزمایا' لیکن میں نے دیکھا کہ وہ پیاس نہیں بجھاتے اور نہ ہی کسی بیمار کو شفا دیتے ہیں۔ میں نے قرآن پاک کے طریقے کو سب سے زیادہ صحیح طریقہ پایا۔

میں تنزیہ میں یہ آیات پڑھتا ہوں۔

۱. وَاللّٰهُ الْغَنِیُّ وَاَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ. (۳۸/۴۷) — اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اور تم سب اس کے محتاج ہو۔

۲. لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ' (۱۱/۴۲) — اس کی مثل کوئی شے نہیں ہے۔

۳. قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ' (۱/۱۱۲) — اے حبیب! آپ فرما دیں کہ وہ اللہ ایک ہے۔

اثبات میں یہ آیات پڑھتا ہوں۔

۱. اَلرَّحْمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی. (۵/۲۰) — رحمٰن نے عرش پر استوا فرمایا۔

۲. یَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ. (۵۰/۱۶) — اپنے اوپر اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔

۳. اِلَیْهِ یَصْعَدُ الْکَلِمُ الطَّیِّبُ. (۱۰/۳۵) — اسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمے

ہر چیز اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ اس بارے میں یہ آیت پڑھتا ہوں:

قُلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ. (۷۸/۴) — فرما دیجئے! سب اللہ کی طرف سے ہے۔

پھر امام رازی نے فرمایا: میں تہ دل اور روح کی گہرائی سے کہتا ہوں کہ اے میرے رب! جو اکمل، افضل، اعظم اور اجل ہے وہ تیرے لیے ہے اور کل وہ وصف جو عیب اور نقص ہے تو اس سے پاک ہے"۔

تفسیر کبیر حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کا عظیم علمی کارنامہ ہے۔ جس کی عظمت و ثقاہت کی پوری امت معترف ہے۔ الحمد للہ حضرت محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہ، حضرت مولانا مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری مدظلہ نے تفسیر کبیر کو اردو کے قالب میں

ڈھالنے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ موجودہ نفسا نفسی کے عہد میں یہ کام ویسے بھی وقت کی اہم ضرورت ہے کہ جب ہر طرف فرقہ وارانہ کشیدگی اور اختلافات پورے عروج پر ہیں ایسے میں ضروری ہے کہ پرانے بزرگان دین اور صلحاء کی آراء اور معمولات کو سامنے لایا جائے تا کہ انکے عقائد و معمولات سے موجود نسل استفادہ کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوار سکے۔

میں سمجھتا ہوں کہ مفسرین کے امام حضرت امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تفسیر کبیر کا ترجمہ قوم کی فکری و نظری یکجہتی کا باعث بنے گا۔ اسی مقصد کے لیے ہم نے کاروان اسلام کے ترجمان رسالہ ماہنامہ "سوئے حجاز" میں "کتاب زندہ" کے عنوان سے قسط وار اشاعت بھی شروع کر دی ہے اور وقتاً فوقتاً الگ کتابچوں کی شکل میں بھی پیش کر رہے ہیں۔

زیر نظر کتاب "تفسیر سورۃ کوثر" بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔ اللہ کریم اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تصدق حضرت مفتی صاحب کو جزائے خیر عطا فرمائے اور انکی توفیقات میں مزید برکتیں شامل حال فرمائے تا کہ وہ اس بہت بڑے کام کو بطریق احسن سرانجام دے سکیں۔

ہمیں اہل علم کی آراء اور مشاورت کا انتظار رہے گا۔ میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ امت مسلمہ کو فکر قرآن سے اپنی زندگیوں کو پرنور بنانے کی توفیق بخشے اور اس پاک سرزمین کو قرآنی نظام سے بہار آشنا فرمائے۔ آمین۔

11 دسمبر 2001ء 25 رمضان المبارک 1422ھ
سوا ایک بجے فجر
(878واں یوم ولادت' امام رازی رحمہ اللہ تعالیٰ)

غبار راہ حجاز
محمد محبوب الرسول قادری کان اللہ لہٗ
سیکرٹری اطلاعات
کاروان اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تفسیر سورۂ کوثر

یہ مکی سورت تین آیات پر مشتمل ہے۔

انا اعطینک الکوثر o فصل لربک وانحر o ان شانئک ھو الابتر o

بے شک ہم نے آپ کو خیر کثیر عطاء کی۔ آپ اپنے رب کے لیے نماز پڑھیں اور قربانی دیں۔ بے شک آپ کا دشمن ہی بے نام ونشان رہے گا۔

مختصر ہونے کے باوجود اس سورت میں متعدد لطیف نکات بیان کئے گئے ہیں۔

یہ سورت سابقہ سورت کے مقابل ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے منافق کے بارے میں چار باتیں بیان کی ہیں۔

۱۔ بخل، جو ان الفاظ میں بیان ہوا۔

یدع الیتیم ولا یحض علی طعام المسکین. (الماعون:۲،۳)

پھر وہ، وہ ہے جو یتیم کو دھکے دیتا ہے اور مسکین کو کھانا دینے کی ترغیب نہیں دیتا۔

۲۔ ترک نماز، اس آیت میں یہی مراد ہے۔

الذین ھم عن صلوتھم ساھون. (الماعون:۵)

وہ اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں۔

۳۔ نماز میں ریا کاری، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الذین ھم یراء ون. (الماعون:۶)

وہ جو دکھاوا کرتے ہیں۔

۴۔ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی، ان الفاظ میں بیان ہوا۔

ویمنعون الماعون. (الماعون:۷)

اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔

اس سورہء مبارکہ میں اس کے مقابل درج ذیل چار اوصاف کا ذکر ہے۔ ۱۔ بخل کے مقابلہ میں فرمایا۔ ''انا اعطینک الکوثر'' یعنی ہم نے آپ کو خیر کثیر عطا فرمایا ہے، آپ بھی کثیر عطا کریں اور بخل نہ فرمائیں۔ ۲۔ ترک نماز کے مقابلہ میں فرمایا۔ ''فصل'' یعنی نماز پر ہمیشگی اختیار کرو۔ ۳۔ ریا کاری کے مقابلہ میں فرمایا ''لربک'' اپنے رب کی رضا کی خاطر نماز ادا کرو۔ نہ کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے۔ ۴۔ عدم ادائیگی زکوٰۃ کے مقابلہ میں فرمایا۔ ''وانحر'' اس سے مراد قربانیوں کے گوشت کا صدقہ کرنا ہے، اس خوبصورت مناسبت کو ہمیشہ ذہن نشین رکھیں پھر سورت کا اختتام۔ ''ان شانئک ھو الابتر''. پر فرمایا: یعنی وہ منافق جس میں وہ چار خصائل بد ہیں وہ مر جائے گا اور دنیا میں اس کا کوئی اثر، نشانی اور خبر باقی نہیں رہے گی'' جبکہ آپ کی ذات گرامی کا معاملہ تو یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ ذکر جمال باقی رہے گا اور آخرت میں ثواب عظیم۔

۲۔ اس سورت کے لطائف میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سالکوں کے تین درجات ہیں۔ سب سے پہلا درجہ یہ ہے کہ ان کے دل اور ارواح، اللہ کے نور جلال میں مستغرق ہیں۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ وہ طاعات اور عبادات بدنیہ میں مصروف ہیں۔ تیسرا درجہ کہ وہ اس مقام پر ہیں کہ نفس کو لذات حسیہ اور شہوات عاجلہ (دنیوی) سے روکنے والے ہیں۔

انا اعطینک الکوثر. مقام اول کی طرف اشارہ ہے۔ وہ یوں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روح مقدس باقی ارواح بشریہ کی نسبت، کمیت اور کیفیت میں ممتاز ہے۔ کمیت میں اس لیے کہ وہ تمام مقدمات میں آگے ہے اور کیفیت میں اس لیے کہ مقدمات سے نتائج کی طرف تمام ارواح سے تیز منتقل ہونے والی ہے۔ ''فصل لربک''۔ دوسرے مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔ ''وانحر''۔ تیسرے مرتبہ کی طرف۔ کیونکہ نفس کو لذات دنیوی سے روکنا یہ نحر اور ذبح کا درجہ ہی رکھتا ہے۔ پھر فرمایا: ان شانئک ھو الابتر۔ جس کا مفہوم یہ ہے وہ نفس جو تمہیں ان محسوسات اور شہوات دنیوی کی دعوت دیتا ہے وہ سب کی سب فنا ہونے والی ہیں۔ اور آپ کے رب کے ہاں باقیات صالحات ہی بہتر ہیں اور سعادات

روحانیہ اور معارف ربانیہ ہمیشہ باقی رہنے والی ہیں۔

اب ہم باری تعالیٰ کے ارشاد گرامی ''انا اعطینک الکوثر'' کی تفسیر شروع کرتے ہیں۔

اہم فوائد:

ا۔ یہ سورت پہلی تمام سورتوں کا تتمہ اور مابعد سورتوں کے لیے اصل کا درجہ رکھتی ہے۔ ماقبل سورتوں کے لیے تتمہ یوں ہے اللہ تعالیٰ نے سورۂ الضحیٰ میں حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مدح اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تفصیلی احوال بیان فرمائے ہیں۔ سورت کے شروع میں ایسی تین اشیاء کا ذکر کیا جن کا تعلق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت سے ہے۔ پہلی آیت ہے۔

ما ودعک ربک وما قلیٰ o (الضحیٰ:۳) — اور تمہارے رب نے نہ چھوڑا اور ناراض ہوا۔

دوسری آیت ہے۔

وللاخرۃ خیرلک من الاولی o (الضحیٰ:۴) — اور پچھلی بے شک تمہارے لیے پہلی سے بہتر ہے۔

تیسری آیت ہے۔

ولسوف یعطیک ربک فترضیٰ o (الضحیٰ:۵) — اور بے شک قریب ہے کہ تمہارا رب تمہیں اتنا دے گا کہ تم راضی ہوجاؤ گے۔

پھر اس سورت کا اختتام آپ کے ایسے تین احوال پر کیا گیا جن کا تعلق دنیا سے ہے۔

الم یجدک یتیما فاوی o ووجدک ضالا فھدی o ووجدک عائلا فاغنی o (الضحیٰ:۶'۷'۸) — اور کیا اس نے تمہیں یتیم نہ پایا پھر جگہ دی اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی اور تمہیں حاجت مند پایا

پھر غنی کردیا۔

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ الم نشرح کی آیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا کردہ مقامات کا ذکر فرمایا۔(ا) الم نشرح لک صدرک (۲) ووضعنا عنک وزرک o الذی انقض ظھرک (۳) ورفعنا لک ذکرک ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے سورۂ والتین میں تین مقامات عالیہ کا ذکر فرمایا۔(ا) آپ کے شہر کی قسم یاد کرتے ہوئے کہا: وھذا البلد الامین (۲) آپ کی امت کے لیے جہنم کی آزادی کی اطلاع دیتے ہوئے فرمایا: الا الذین آمنوا. (۳) امت کو حاصل ہونے والے ثواب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا: فلھم اجر غیر ممنون ۔ان کے لیے بے حد ثواب ہے۔اس کے بعد سورۂ اقرأ میں بھی تین شانوں کا ذکر فرمایا(ا) ''اقرأ باسم ربک ''یعنی قرآن پاک کو اپنے رب کے نام کی مدد سے پڑھو۔دوسرا آپ کے دشمن پر قہر وغضب کا نزول ''فلیدع نادیہ o سندع الزبانیة'' اب وہ پکارے اپنی مجلس کو۔ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں ....

تیسرا آپ کو قربت کاملہ عطا کرتے ہوئے فرمایا:''واسجد واقترب'' اور سجدہ کرو اور میرے قریب ہوجاؤ۔اس کے بعد سورۃ القدر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف عطا کرتے ہوئے لیلۃ القدر کے تین فضائل بیان فرمائے۔ (ا) یہ رات ہزار مہینے سے افضل ہے۔ (۲) اس میں ملائکہ اور روح کا نزول ہوتا ہے۔ (۳) یہ طلوع فجر تک سلامتی کی رات ہے۔اس کے بعد سورۂ لم یکن میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شرف عطا کرتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی تین شانیں بیان فرمائی ہیں۔پہلی یہ کہ وہ تمام مخلوق سے افضل ہے۔ دوسری یہ کہ رب کے ہاں ان کے لیے بطور جزا جنتیں ہیں۔تیسری یہ کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔اسکے بعد سورۂ زلزال میں تین شانیں بیان کیں۔ایک ''یومئذ تحدث اخبارھا'' ۔ یہ فرمان بتا رہا ہے کہ زمین قیامت کے روز آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کی اطاعت وعبادت پر گواہی دے گی۔دوسرے ارشاد فرمایا کہ ''یومئذ یصدر الناس اشتاتا لیروا اعمالھم'' ۔ جو واضح کر رہا ہے کہ بروز قیامت امت کی عبادات ان کے سامنے لائی جائیں گی جس سے وہ خوش اور مسرور ہوں گے۔تیسرے ارشاد فرمایا ''فمن

يعمل مثقال ذرة خيرا يره". بلاشبہ اللہ کی مغفرت ہر عظیم سے عظیم تر ہے اس پر ثواب کا اعزاز بھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو حاصل ہوگا۔

پھر سورۃ العادیات میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے غازیوں کے گھوڑوں کی قسم یاد فرمائی۔ اور تین صفات کا ذکر کیا۔

والعادیت ضبحاً ہ فالموریات قدحاہ فالمغیرات صبحاً. (العدیت: ۱، ۲، ۳)	قسم ان کی جو دوڑتے ہیں سینے سے آواز نکلتی ہوئی پھر پتھروں سے آگ نکالتے ہیں سم مار کر پھر صبح ہوتے ہی حملہ کرتے ہیں۔

پھر سورۃ القارعۃ میں آپ کی امت کے بارے میں تین امور کا ذکر کیا ایک "فمن ثقلت موازینه". دوسرا یہ امت بڑی اعلیٰ زندگی میں ہوگی اور تیسرا اس کے دشمن جہنم کی آگ میں ہوں گے۔

اس کے بعد سورۃ التکاثر میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین اور شریعت سے اعراض کرنے والوں پر تین طرح کے عذاب کا ذکر کیا۔ (۱) وہ دوزخ دیکھیں گے۔ (۲) انہیں جہنم کا عین الیقین حاصل ہوگا۔ (۳) انہیں ہر نعمت کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

اس کے بعد سورۂ عصر میں امت کی تین عظمتوں کا ذکر ہے۔ (۱) ایمان الا الذین آمنوا (۲) اعمال صالحہ (۳) مخلوق کی اعمال صالحہ کی طرف راہنمائی۔ اور وہ حق اور صبر کی تلقین ہے اس کے بعد سورۂ ھمزہ میں فرمایا: جس نے طعن وطنز کیا اس کی تین سزائیں ہیں ایک یہ کہ وہ اپنی دنیا سے نفع حاصل نہیں کر سکتا۔ ارشاد ہوتا ہے۔ "یحسب ان ماله اخلده کلا". دوسرے اسے دوزخ میں پھینکا جائے گا اور تیسرے دروازہ بند کر دیا جائے گا تا کہ نکلنے کی امید ہی باقی نہ رہے۔ اس کا بیان ان الفاظ میں ہوا "انها علیهم مؤصدة".

پھر سورۃ الفیل میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے مکر و فریب اور سازشوں کا تین طرح سے رد کیا گیا۔ (۱) ان کی سازشوں کو ناکام کیا۔ (۲) ان پر ابابیل کو مسلط کر دیا گیا۔ (۳) ان کو روند ڈالا گیا۔ اس کے بعد سورۃ الماعون میں آپ صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم کے دین کی تکذیب کرنے والوں کے تین خصائل رذیلہ کا تذکرہ کیا۔ (۱) ان کا کمینہ پن اور گھٹیا سوچ، کہ وہ یتیم کو دھکا دیتے اور مسکین کو کھانا دینے پر کسی کو ترغیب نہیں دیتے۔ (۲) تعظیم خالق کو ترک کر بیٹھے کیونکہ وہ نمازوں سے اس قدر غافل ہوئے کہ وہ لوگوں کے دکھاوے کے لیے نماز پڑھتے۔ (۳) مخلوق کے نفع کے تارک، کہ وہ عام استعمال کی چیز بھی کسی کو نہیں دیتے تھے۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان سورتوں میں آپ کے لیے ان مقامات عظیمہ اور فضائل کریمہ کا بیان کر دیا تو پھر فرمایا: "انا اعطینک الکوثر" ۔یعنی ہم نے سابقہ سورتوں میں اس قدر کثیر بیان کردہ مناقب عطا فرمائے جن میں سے ہر ایک دنیا و مافیہا سے عظیم تر ہے۔ لہذا آپ اپنے رب کی عبادت میں مشغول رہیے اور اس کے بندوں کی بہتر سے بہتر راہنمائی فرماتے رہیے۔ اب عبادت رب یا تو نفس کے ذریعے ہوگی فرمایا "فصل لربک" یا مال کے ذریعے، فرمایا: "وانحر" ۔ رہا معاملہ بندوں کی اصلاح اور دین و دنیا میں راہبری و بہتری کا۔ اس کے بارے میں فرمایا۔ "قل یا ایها الکافرون" یہاں تک کہ ثابت ہوگیا کہ یہ سورت ماقبل سورتوں کے لیے تتمہ کا درجہ رکھتی ہے۔ رہا اس کا مابعد کی سورتوں کے لیے اصل ہونا، وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس سورت کے بعد تمام اہل دنیا کو کفر کے حوالے سے فرمایا۔

یا ایها الکافرون لا اعبد ماتعبدون.	اے کافرو! میں نہیں پوجتا ہوں جسے تم پوجتے ہو۔

یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ لوگوں کا مذاہب اور ادیان پر تاسف ان کے ارواح اور اموال سے زیادہ ہوتا ہے اس لیے کہ وہ اپنے مال اور ارواح اپنے ادیان کی مدد کے لیے خرچ کرتے ہیں تو اب لوگوں کے مذہب پر طعن کرنا دیگر طعنوں کی نسبت عداوت و بغض میں شدید تر ہے، جب آپ کو حکم دے دیا گیا کہ دنیا کی پرستش کرنے والوں کو کافر اور ان کے ادیان کو باطل قرار دے دو۔ اب لازم تھا کہ تمام اہل دنیا آپ کی انتہائی مخالفت پر اتر آئیں۔

آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نگاہ ڈالیں وہ فرعون اور اس کے لشکر سے خوف رکھتے تھے۔ لیکن یہاں آپ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں جو تمام اہل دنیا

کی طرف مبعوث ہیں اور آپ ﷺ کا ہر مخالف فرعون کی طرح ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس خوف شدید کو تدبیر لطیف کے ساتھ زائل کرنے کا یوں انتظام فرمایا۔ کہ اس اعلان والی سورت سے پہلے اس سورۂ کوثر کو نازل فرمایا' اس لئے کہ ازالہ خوف کی متعدد صورتیں ہیں۔

ازالہ خوف کی متعدد صورتیں:

ارشاد باری تعالیٰ "انا اعطینک الکوثر" نے خوف کا ازالہ متعدد وجوہ سے کیا۔

(۱) اس ارشاد عالی میں دنیا کی خیر کثیر کی عطا کا ذکر ہے۔ لہذا یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی مدد اور حفاظت کا وعدہ ٹھہری۔ جیسا کہ فرمان باری تعالیٰ ہے "یا ایھا النبی حسبک اللہ" (اے نبی تیرے لیے اللہ کافی ہے)۔ دوسرے مقام پر فرمایا "واللہ یعصمک من الناس" (اور اللہ لوگوں سے آپ کی حفاظت فرمائے گا)۔ تیسرے مقام پر فرمایا "الا تنصروہ فقد نصرہ اللہ" (اگر تم محبوب کی مدد نہ کرو تو بے شک اللہ نے ان کی مدد فرمائی)۔
تو جس شخصیت کی حفاظت کا ضامن خود اللہ تعالیٰ ہو وہ کسی سے کیسے خوف رکھ سکتی ہے؟

۲۔ جب اللہ تعالیٰ نے "انا اعطینک الکوثر" فرمایا' تو یہ الفاظ دنیا کی تمام قسم کی خیرات اور آخرت کی ہر قسم کی خیرات پر مشتمل ہیں۔ دنیا کی خیرات' جب تک آپ مکہ میں رہے' حاصل نہ ہوئیں اور اللہ کے کلام میں وعدہ خلافی کا امکان تک نہیں۔ تو حکمت الٰہی میں یہ ضروری تھا کہ آپ کو دنیاوی خیرات کے حصول تک دنیا میں باقی رکھا جائے' گویا یہ بشارت و وعدہ تھا کہ وہ نہ آپ کو شہید کر سکیں گے اور نہ ہی مغلوب۔ اور نہ ہی کسی سازش کے ذریعے آپ کو ناکام کر سکیں گے' بلکہ آپ ﷺ پر ہر آنے والا دن ترقی اور قوت کا ہوگا۔

۳۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مخالفین کے دین کا رد کیا اور انہیں ایمان کی دعوت دی تو انہوں نے اجتماعی طور پر آپ کو پیش کش کی کہ اگر آپ مال کے طالب ہیں تو ہم آپ کو اس قدر مال دے دیتے ہیں کہ آپ سب لوگوں سے غنی ہو جائیں گے۔ اگر آپ کا مطلوب بیوی ہے تو آپ کا نکاح خوبصورت ترین عورت سے کروا دیتے ہیں۔ اگر آپ کا مطلوب حکومت ہے تو ہم آپ کو اپنا حکمران تسلیم کرنے کے لیے تیار ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ

نے فرمایا "انا اعطینک الکوثر". یعنی

لما اعطاک خالق السموات والارض خیرات الدنیا والاخرۃ' فلا تغتر بما لھم ومراعاتھم.

جب آپ کو آسمانوں اور زمین کے خالق نے دنیا اور آخرت کی تمام خیرات عطا کر دی تو آپ ان کے مال اور پیش کشوں کی ہرگز پرواہ نہ فرمائیں۔

۴۔ اللہ پاک کا یہ ارشاد گرامی واضح کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے بلاواسطہ گفتگو فرمائی ہے۔ لہذا یہ باری تعالیٰ کے ارشاد "وکلم اللہ موسیٰ تکلیما" کے قائم مقام' بلکہ اس سے اعلیٰ ہے۔ کیونکہ مالک جب براہ راست اپنے بندہ کی مکمل ذمہ داری اپنے ذمہ لیتے ہوئے کلام فرمائے تو محض یہ گفتگو کرنے کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہے' بلکہ یہ دل کو بہت زیادہ قوت عطا کرتا ہے اور نفس کی بزدلی کو زائل کر دیتا ہے لہذا ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ کا ان الفاظ سے خطاب فرمانا' یہ دل سے خوف اور نفس سے بزدلی کے ازالہ کی صورت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سورت کو سورۃ الکافرون سے مقدم کیا۔ تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام عالم کے خلاف اقدام کر سکیں اور تکلیف شاقہ کو جھیل سکیں اور ان کے معبودان باطلہ سے برات کا اعلان کر سکیں۔ گویا یہ فرمایا گیا کہ جب آپ میرے اس حکم پر عمل کریں گے تو آپ دیکھیں گے۔ کہ میں کس طرح اپنے وعدہ کو پورا کرتے ہوئے آپ کے غلاموں اور متبعین کی کثرت عطا کرتا ہوں۔ اور اہل دنیا' اللہ کے دین میں فوج در فوج داخل ہوں گے۔

پھر جب دعوت اور شریعت کے اظہار کا کام مکمل ہو گیا تو ان چیزوں کو شروع کیا گیا جن کا تعلق احوال قلب اور باطن سے ہے۔ اس لیے کہ طالب کی طلب یا تو دنیا تک ہی محدود ہو گی یا وہ آخرت کا بھی طالب ہوگا۔ طالب دنیا کے لیے تو خسارہ' ذلت' رسوائی ہے' پھر اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا۔ سورۂ 'تبت' کا مفہوم یہی ہے۔ رہا آخرت کا طالب اس کے کامل احوال میں سے اعظم حال یہ ہے کہ اس کا نفس اس آئینہ کی طرح ہو جائے جس میں موجودات کی صورتیں نقش ہو جاتی ہیں۔

علوم عقلیہ میں یہ بات ثابت ہے کہ مخلوق پر صانع کی معرفت کے دو طریقے ہیں'

بعض وہ ہیں جنھوں نے صانع کو پہچانا اور اس کی معرفت سے مخلوقات کی معرفت ہوئی۔ یہ طریق اشرف اور اعلیٰ ہے‘ بعض نے اس کے برعکس کیا اور یہ عوام کا راستہ ہے‘ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی مبارک کتاب کو اسی اعلیٰ طریق پر ختم کرتے ہوئے اپنی صفات کا ذکر فرمایا اور وہ سورۂ اخلاص ہے۔ پھر اس کے بعد مخلوق کے درجات کا بیان کیا۔ قل اعوذ بوب الفلق میں پھر اگلی سورت میں نفس انسانی کے درجات کے ذکر پر اختتام کیا۔ اس کی وضاحت اس سورۂ مبارکہ کی تفسیر میں آجائے گی۔ (پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی مبارک کتاب میں پوشیدہ اسرار مبارکہ کی معرفت عطا کرتا ہے)

دوسرا فائدہ:

ارشاد گرامی "انا اعطینک الکوثر" میں "انا" سے کبھی جمع اور کبھی تعظیم مراد ہوتی ہے۔ یہاں اول مراد نہیں ہوسکتا کیونکہ الہ واحد ہے‘ البتہ اس صورت میں ہوسکتا ہے جب یہ کہا جائے کہ یہ عطیہ ان میں سے ہے جس کی تحصیل کے لیے ملائکہ حضرت جبریل و میکائیل اور سابقہ انبیا کرام علیہم السلام نے کوشش کی‘ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے آپکی بعثت کی دعا کی "ربنا وابعث فیھم رسولا منھم" سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے کہا‘ اے رب! مجھے امت احمد میں سے کردے‘ "وما کنت بجانب الغربی اذ قضینا الی موسیٰ الامر" سے یہی مراد ہے‘ سیدنا مسیح علیہ السلام نے آپ کی بشارت دی "ومبشرا بوسول یأتی من بعدی اسمه احمد" دوسری صورت یہ تھی کہ تعظیم مراد ہو تو پھر یہاں عظمتِ عطیہ کو واضح کرنا ہے‘ کیونکہ عطا فرمانے والا آسمانوں اور زمین کا خالق ہے اور جسے عطا کیا گیا ہے اس کی طرف "اعطینک" کی کاف خطاب سے اشارہ ہے اور عطیہ کو لفظ کوثر سے تعبیر کیا گیا جو کثرت میں مبالغہ ہے‘ جب الفاظ عطا کرنے والے‘ عطا کیے جانے والے اور عطیہ کی عظمت پر دال ہیں تو پھر یہ نعمت کس قدر عظیم اور بڑی ہوگی؟ اور اس ذات کی بزرگی کا کیا عالم ہوگا‘ جسے اس قدر بلندی نصیب ہوئی؟

تیسرا فائدہ:

ہدیہ اگرچہ قلیل ہو مگر عطا کرنے والے کی وجہ سے وہ عظیم ہوجاتا ہے مثلاً بادشاہ اپنے کسی غلام کی عزت کرتے ہوئے اس کی طرف سیب پھینکے تو اسے اکرام عظیم سمجھا جاتا ہے۔ اس لیے نہیں کہ نفس ہدیہ میں لذت ہے بلکہ وہ عظیم عطا کرنے والے کی وجہ سے عظیم بنتا ہے‘ یہاں کوثر میں اگرچہ فی نفسہ انتہائی کثرت ہے‘ لیکن خلاقِ کائنات کی طرف سے عطا کیے جانے کی وجہ سے اس کی عظمت و کمال میں خوب اضافہ ہوگیا۔

چوتھا فائدہ:

جب "اعطینک" فرمایا تو ساتھ ایسا قرینہ بھی ذکر کردیا جو واضح کررہا ہے کہ یہ عطیہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہ کا مسلک یہ ہے اجنبی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے‘ لیکن اگر اس نے اس کے عوض کچھ لے لیا اگرچہ کم ہو تو پھر واپس نہیں لے سکتا‘ مثلاً ایک آدمی نے ہزار دینار ہبہ کیا اس کے عوض ایک کنگھی لے لی جو ایک روپے کے برابر تھی تو اب حق رجوع ختم ہوگیا یہاں فرمایا "انا اعطینک الکوثر" اور ساتھ ہی نماز اور قربانی کا مطالبہ فرمایا تو اس کا فائدہ حق رجوع کا اسقاط ہے۔

پانچواں فائدہ:

"فصل" کو بطور مبتدا لایا گیا جو تاکید کا فائدہ دیتا ہے کیونکہ جب کسی اسم کا ذکر ہو تو عقل محسوس کرتا ہے کہ اس کے بارے کوئی اطلاع دی جائے گی‘ لہذا وہ اس کی معرفت کے لیے شائق ہوجاتا ہے۔ جب خبر پہلے دے دی جائے تو وہ اسے اس طرح قبول کرتا ہے جیسے عاشق اپنے معشوق کو‘ تو یہ عمل تحقیق اور نفی شبہ میں نہایت ہی بلیغ ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ارشاد باری تعالیٰ "فانھا لا تعمی الابصار" میں عظمت و فخامت ان الابصار لا تعمی سے اکثر و زیادہ ہے۔ ہماری تائید اس سے بھی ہوتی ہے۔ بادشاہ نے جسے مقام وضمان دینی ہو اسے وہ کہتا ہے "انا اعطینک‘ ان اکفیک‘ انا اقوم بامرک" تو جب وعدہ

ایسے امر عظیم کا ہو جس کا عطا کیا جانا بہت ہی کم ہو تو اس کے پورا ہونے میں شک واقع ہو سکتا ہے لیکن جب عظیم ضامن نے اسے اپنے ذمہ کرم لیا ہو تو اب شک کی گنجائش نہیں رہ جاتی' اس آیت مبارکہ کا تعلق اسی قبیل سے ہے' کیونکہ کوثر ایسی عظیم شے ہے جو کم ہی دی جاتی ہے تو جب لفظ ''انا'' کو مقدم کر دیا تو یہ شک کے ازالہ اور شبہ کو دور کرنے والا بن گیا۔

چھٹا فائدہ:

اللہ تعالیٰ نے ابتداء جملہ میں حرف تاکید ''اِنّا'' ذکر کیا جو قسم کے قائم مقام ہوتا ہے حالانکہ صادق کا کلام (ہر حال میں) خلاف واقع سے پاک و محفوظ ہوتا ہے تو اس وقت اس کے کلام کی عظمت کا کیا عالم ہوگا جب وہ تاکید اور مبالغہ سے کام لے؟

ساتواں فائدہ:

اعطینک فرمایا' سَنُعْطِیْکَ نہیں فرمایا' تاکہ واضح ہو جائے کہ یہ عطاء ماضی میں حاصل ہو چکی ہے اور اس میں متعدد فوائد ہیں۔

۱۔ جو ماضی میں ہمیشہ عزیز اور اس کی ہر حاجت کو پورا کیا گیا ہو وہ ایسے مستقبل والے سے اشرف ہوتا ہے جیسا کہ آپ علیہ السلام نے فرمایا:

کنت نبیاً و آدم بین الماء والطین. میں اس وقت بھی نبی تھا جب ابھی آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے۔

۲۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کسی کو سعادت مند یا بدبخت اور غناوعطا اور محتاج کرنے کا فیصلہ اب کا نہیں' بلکہ ازل کا ہے۔

۳۔ گویا یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جب ہم نے آپ کے دخول وجود سے پہلے آپ کے لیے اسباب سعادت تیار و مہیا کر دیئے تو اب آپ کے وجود اور اشتغالِ عبادت کے بعد آپ کے معاملہ کو کیسے چھوڑ دیں گے؟

۴۔ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے کہ ہم نے یہ کمالات و درجات آپ کی اطاعت کی وجہ

سے عطا نہیں کئے' ورنہ لازم تھا کہ ہم طاعت سے پہلے کچھ عطا نہ کرتے' بلکہ بغیر کسی سبب کے ہم نے محض اپنے فضل و احسان سے سب کچھ عطا فرمایا ہے' یہ حضور ﷺ کے اس ارشاد گرامی کی طرف اشارہ ہے جو بھی مقبول ہوا کسی علت سے نہیں اور نہ ہی کسی علت سے مردود ٹھہرا۔

آٹھواں فائدہ:

ارشاد ہوا ''اعطینک'' یہ نہ فرمایا اعطینا الرسول یا النبی یا العالم یا المطیع اگر اس طرح فرمایا جاتا تو اس سے اس طرف اشارہ ہوتا کہ یہ عطیہ فلاں وصف کی وجہ سے ہے جب ''اعــطیــنک'' فرمایا تو واضح ہو گیا ہے کسی علت کی بنا پر نہیں' بلکہ محض کرم نوازی اور مشیت ایزدی ہے جیسا کہ فرمایا ''نحن قسمنا'' (ہم نے تقسیم فرمایا)

دوسرے مقام پر فرمایا:

اللہ یصطفی من الملائکة رسلا ومن الناس. (الحج:۷۵) اللہ تعالیٰ منتخب فرماتا ہے فرشتوں میں سے رسول اور انسانوں میں سے

نواں فائدہ:

پہلے فرمایا: ''انا اعطینک'' پھر فرمایا ' فصل لربک وانحر '' جو واضح کر رہا ہے کہ توفیق و ارشاد کی عطا ہماری طاعات سے پہلے ہے اور یہ ایسے کیوں نہ ہو؟ اس کی عطا اس کی صفت ہے اور ہماری اطاعت ہماری صفت ہے اور مخلوق کی صفت' صفت خلاق پر موثر نہیں ہو سکتی' البتہ! خالق کی صفت' خلق کی صفت میں موثر ہوتی ہے' اس لیے شیخ واسطی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ لا اعبد ربا یُرضِیهِ طاعتی ویسخطه معصیتی. (میں اس رب کی اطاعت نہیں کرتا جسے میری اطاعت راضی کرتی ہے اور میری معصیت ناراض کرتی ہے) یعنی اس کی رضا اور ناراضگی قدیم اور میری طاعت نافرمانی حادث ہے اور حادث کا قدیم پر کیا اثر ہو سکتا ہے' بلکہ اس کی رضا بندے کو ہمیشہ اس کی اطاعت کی طرف متوجہ کرتی رہتی ہے اور یہی

معاملہ ناراضگی اور معصیت کا ہے۔

دسواں فائدہ:

فرمایا "اعطینک الکوثر" یہ نہ فرمایا "اتیناک الکوثر" اس کی دو وجہیں ہوسکتیں ہیں۔ پہلی وجہ ایتاء میں دونوں پہلو ہوسکتے ہیں کہ اس چیز کی عطا لازم تھی یا محض فضل مگر لفظ اعطاء میں فضل کا غلبہ ہے۔ "انا اعطینک الکوثر" یعنی آپ پر خیرات کثیرہ مثلاً اسلام، قرآن، نبوت اور دنیا و آخرت میں آپ کا ذکر جمیل محض ہمارا فضل و مہربانی ہے، ان میں سے کوئی چیز بھی بطور استحقاق و وجوب نہیں، اس میں دو وجہ سے بشارت ہے۔

۱۔ جب کریم ذات بطور فضل تربیت فرماتی ہے تو وہ اسے ترک نہیں فرماتی بلکہ ہر روز اس میں اضافہ فرماتی ہے۔

۲۔ جو چیز استحقاق کی وجہ سے حاصل ہوگی وہ اس کی مقدار کے برابر ہوگی جب بندے کا فعل متناہی ہے تو اس کی وجہ سے استحقاق بھی متناہی ہوگا۔ رہا فضل تو وہ اللہ تعالیٰ کے کرم کا نتیجہ ہے۔ تو اس کا فضل بھی غیر متناہی ہوگا تو جب ارشاد باری تعالیٰ "اعطینک" استحقاق پر نہیں فضل پر دال ہے تو اس سے اس کے فضل کا دائمی اور بڑھتے رہنا بھی ثابت ہوجائے گا۔

وہم کا ازالہ:

کیا یہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی نہیں۔

ولقد اتیناک سبعاً من المثانی. (الحجر: ۱۵/۸۷)
اور بیشک ہم نے آپ کو سات آیتیں دیں جو دہرائی جاتی ہیں۔

اس کا دو طرح سے جواب ہے۔

۱۔ اعطاء تملیک کو لازم کرتی ہے اور ملک اختصاص کا سبب ہے اس پر دلیل یہ ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا۔

ھب لی ملکا. (ص، ۳۵) مجھے ملک عطا فرما۔

ارشاد فرمایا:

ھذا عطاؤنا فامنن او امسک. (ص، ۳۹)
یہ ہماری عطا ہے اب تو چاہے تو احسان کردو یا روک لو۔

اسی ملکیت کی وجہ سے لفظ کوثر کو حوض پر محمول کرنے والوں نے کہا، امت آپ کی مہمان ہوگی، البتہ! لفظ ایتاء میں ملکیت کا تصور نہیں، اسی وجہ سے قرآن کریم کے بارے میں اتیناک آیا ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں سے کوئی بھی شے مخفی نہیں رکھ سکتے۔

۲۔ قرآن حکیم میں شرکت، علوم میں شرکت ہے لیکن نہر میں شرکت ذات میں شرکت ہے اور یہ عیب ہے۔

دوسری وجہ:

یہاں لفظ "اعطاء" ایتاء سے زیادہ مناسب ہے، کیونکہ اعطاء قلیل و کثیر دونوں میں مستعمل ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واعطی قلیلا واکدی. اور کچھ تھوڑا سا دیا اور روک رکھا۔
(سورۃ النجم: ۳۴)

لیکن لفظ ایتاء فقط عظیم شئی کے لیے آتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاٰتٰہُ اللہ الملک. اللہ تعالیٰ نے انہیں ملک عطا فرمایا۔
(سورۃ البقرہ: ۲۵۱)

دوسرے مقام پر فرمایا:

ولقد اتینا داود منا فضلا. اور بیشک ہم نے داود کو اپنا بڑا فضل دیا۔
(سورۃ سباء: ۱۰)

جب یہ بات آشکارا ہوگئی تو ارشاد گرامی "انا اعطینک الکوثر" حضور ﷺ کے مقام و عظمت کو کئی طریقوں سے آشکارا کر رہا ہے۔

ا۔ ہم نے آپ کے لیے جو درجات عالیہ اور مراتب کاملہ رکھے ہوئے ہیں ان کی نسبت سے یہ حوض کوثر قلیل و حقیر ہے تو اس میں اس سے بڑھ کر اشیاء کی بشارت ہے۔

۲۔ کوثر پانی کی طرف اشارہ ہے گویا فرمایا جا رہا ہے کہ "الماء فی الدنیا دون الطعام." تو جب پانی کی نعمت کوثر ہے تو بقیہ انعامات کا عالم کیا ہوگا؟

۳۔ پانی کی نعمت اعطاء ہے اور جنت کی نعمتیں ایتاء ہیں۔

۴۔ گویا فرمان ہے جو ہم نے آپ کو عطاء فرمایا اگرچہ کوثر ہے لیکن آپ کے حق میں اعطاء ہے نہ کہ ایتاء، کیونکہ یہ آپ کے حق سے کم ہے، معمول یہ ہے کہ جب ہدیہ دینے والا عظیم ہو اور ہدیہ بھی عظیم ہو، لیکن جسے ہدیہ دیا جا رہا ہے اس کی عظمت کے پیش نظر کہا جاتا ہے کہ یہ تحفہ حقیر ہے، تو یہاں بھی معاملہ اسی طرح ہی ہے۔

۵۔ کوثر کے بارے میں اعطاء فرمایا کیونکہ یہ دنیا ہے اور قرآن کے بارے میں ایتاء کیونکہ وہ دین ہے۔

۶۔ گویا یہ فرمایا ہے کہ جو بھی عطیہ ہم سے آپ کو ملا خواہ یہ کوثر ہے مگر اس کوثر سے بھی اعظم یہ ہے کہ آپ کامیاب رہیں اور آپ کا دشمن ابتر، ہم نے کوثر بطور مقدمہ عطا فرمایا، رہا ذکر باقی اور دشمن پر غلبہ، تو وہ اس مقدمہ کے بعد حصول طاعت پر ہوگا "فصل لربک وانحر" یعنی میری عبادت کرو اور اس کے بعد کامیابی مانگو کیونکہ میں نے اپنے کرم پر لازم کر لیا ہے کہ ہر فریضہ کی ادائیگی کے بعد دعا مقبول ہوگی جیسا کہ حدیث متصل میں ہے تو اس کے بعد آپ کی دعا مقبول ہوگی اور آپ کا دشمن ابتر قرار پائے گا اور یہ ایتاء ہوگی، یہاں تک ارشاد گرامی "انا اعطینک" کے تحت یہی تفسیر میرے ذہن میں تھی۔

لفظ کوثر کی تفسیر:

لفظ کوثر لغت میں فوعل کے وزن پر ہے اور یہ کثرت میں مبالغہ پر دال ہوتا ہے۔
کسی بدوی عورت کا بیٹا سفر سے واپس آیا کسی نے اس سے پوچھا تیرا بیٹا کیسے لوٹا (کیا لایا؟) وہ بولی! آب کوثر. (یعنی وہ کثیر اشیاء لے کر لوٹا ہے)۔ اسی طرح کثیر الاعطاء شخص کو بھی

کوثر کہا جاتا ہے۔ مشہور عرب شاعر کمیت کا شعر ہے۔

وانت کثیر یا ابن مروان طیب . وکان ابوک ابن الفضائل کوثرا

اے ابن مروان تو کثیر عطا کا مالک ہے لیکن تیرا والد کثیر فضائل کا حامل تھا۔ غبار جب کثیر اور بلند ہوا تو اسے بھی لغت میں کوثر کہا جاتا ہے۔

کوثر کی تفسیر میں پندرہ اقوال

پہلا قول: جنتی نہر:

اس سے مراد جنت کی نہر ہے۔ یہ تفسیر سلف اور خلف کے ہاں معروف و مشہور ہے۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میں نے جنت میں ایک نہر دیکھی ہے جس کے کناروں پر خوبصورت جواہرات سے بنے ہوئے قبے تھے۔ میں نے اس نہر کے پانی میں ہاتھ داخل کیا تو وہ کستوری سے زیادہ خوشبودار تھا۔ میرے استفسار پر بتایا گیا کہ "یہ کوثر" ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمایا ہے۔ انہی سے دوسری روایت میں ہے کہ اس کا پانی، دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھا تھا اور اس میں سبز رنگ کے پرندے تھے جن کی گردنیں "بختی اونٹ" کی طرح تھیں۔ جس نے ان پرندوں کو تناول کیا اور اس نہر سے پانی پیا، اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو جائے گی۔

نہر کو کوثر کہنے کی وجہ:

(الف) اس لیے کہ پانی اور خیر کے اعتبار سے یہ جنتی نہروں میں پہلے نمبر پر ہے۔
(ب) کیونکہ اس سے جنت کی نہریں پھوٹتی ہیں جیسا کہ مروی ہے کہ جنت کا کوئی باغ ایسا نہیں جس میں کوثر سے نہر جاری نہ ہوئی ہو۔ (ج) اس لیے اس سے پینے والے کثیر ہوں گے۔ (د) اس نہر میں منافع کی کثرت ہے، جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: کہ میرے ساتھ میرے رب نے ایسی نہر کا وعدہ فرمایا ہے جس میں خیر کثیر ہے۔

دوسرا قول، حوض کوثر:

اس سے مراد حوض کوثر ہے، اس بارے میں مشہور روایات ہیں۔ اس کے اور پہلے قول میں موافقت یوں ہو سکتی ہے ممکن ہے نہر اس حوض میں گرتی ہو۔ یا تمام نہریں اس حوض سے جاری ہوتی ہوں۔

تیسرا قول، اولاد اطہار:

کوثر سے مراد آپ کی اولاد اطہار ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ سورۂ مبارکہ ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئی جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر عدم اولاد کا طعنہ دیا کرتے تھے۔ اس کا معنی یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایسی نسل عطا فرمائی جو آخری عہد تک باقی رہے گی۔ تم خود غور کر لو کہ کتنے اہلبیت کو شہید کیا گیا مگر دنیا آج بھی ان سے بھری ہوئی ہے۔ جبکہ بنو امیہ سے آج کوئی قابل ذکر شخصیت موجود نہیں۔ پھر یہ بھی دیکھئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک میں کتنے اکابر علماء مثلاً امام محمد باقر، امام جعفر صادق، امام موسیٰ کاظم، امام موسیٰ رضا، امام نفس ذکیہ وغیرھم ہیں رضی اللہ عنہم اجمعین۔

چوتھا قول، علماء امت:

کوثر سے مراد، علماء امت ہیں۔ اللہ کی قسم! یہ بھی خیر کثیر ہے، اس لیے کہ یہ بنو اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذکر سے محبت کرتے ہیں۔ آپ کے دین کے آثار اور شریعت کے احکام کو پھیلاتے ہیں۔ وجہ تشبیہ یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم السلام معرفت الٰہیہ کے اصولوں پر متفق اور شریعت میں مختلف تھے تاکہ مخلوق خدا پر رحمت ہو اور ہر ایک شخص اپنی اپنی اصلاح کر سکے۔ (اپنی منزل کو پا سکے) اس طرح علماء امت بھی اصول شریعت پر متفق ہیں۔ ہاں! فروع شریعت میں مختلف ہیں، اور یہ بھی مخلوق پر سراپا رحمت ہے۔

فضیلت کی دو صورتیں:

(الف) روایات میں آیا ہے کہ قیامت کے روز انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کی امتوں کو لایا جائے گا تو بعض رسولوں کے ساتھ صرف ایک یا دو امتی ہوں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء میں سے عالم بلایا جائے گا جس کے ساتھ ہزاروں لوگ ہوں گے۔ انہیں سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس جمع کیا جائے گا۔ بعض علماء کے متبعین ہزار انبیاء کے متبعین سے بڑھ کر ہوں گے۔

(ب) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام وحی کی نصوص پر عمل کی وجہ سے مصیب ٹھہرے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء بھی استنباط اور اجتہاد میں مصیب ٹھہرے۔ اگر کسی مجتہد سے خطاء ہو بھی گئی ہو، تو اس پر بھی اجر عطا کیا گیا۔

پانچواں قول: نبوت:

کوثر سے مراد نبوت ہے اور اس کے خیر کثیر ہونے میں کوئی شک نہیں کیونکہ ربوبیت کے بعد اسی کا درجہ ہے، اسی لیے ارشاد فرمایا:

من یطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے
(سورۃ النساء: ۸۰) اللہ ہی کی اطاعت کی۔

نبوت ایمان کا حصہ ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کے معاملے میں درخت کی شاخ کی طرح ہے کیونکہ معرفت نبوت سے پہلے اللہ کی ذات، اس کا علم، قدرت اور حکمت کا جاننا ضروری ہے۔ پھر جب نبوت کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے تو اس سے بقیہ صفات باری تعالیٰ کا حصول ہو جاتا ہے جیسے سماع، بصر، صفات خبریہ اور بعض کے نزدیک صفات وجدانیہ ہیں۔ نبوت کے اعتبار سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بہت کمال حاصل ہے۔ آپ کا تذکرہ سارے انبیاء کرام علیہم السلام سے پہلے ہے، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سب کے بعد ہے۔ اور پھر آپ کی بعثت ثقلین کی طرف ہے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم کی ذات اقدس کو تمام انبیاء کرام سے پہلے میدان محشر میں پوری تکریم کے ساتھ لایا جائے گا۔ آپ کی شریعت کو منسوخ نہیں کیا گیا اور آپ کے فضائل حد وشمار سے باہر ہیں۔ ان میں سے کچھ کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

چند فضائل مصطفیٰ ﷺ:

۱۔ حضرت آدم علیہ السلام کی کتاب ''کلمات'' تھی جیسا کہ باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فتلقی آدم من ربہ کلمات. (البقرہ:۳۷) — پھر سیکھ لیے آدم نے اپنے رب سے کچھ کلمے۔

سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی کتاب بھی کلمات ہی تھی، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے۔

واذ ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات. (البقرہ:۱۲۴) — اور جب ابراہیم کو اس کے رب نے کچھ باتوں سے آزمایا۔

سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی کتاب صحیفہ تھی جیسا کہ فرمایا:

صحف ابراھیم و موسیٰ (سورۃ الاعلیٰ:۱۹) — ابراہیم اور موسیٰ کے صحیفوں میں

رہی کتاب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر نازل ہونے والی، تو وہ تمام کتب کی محافظ ہے۔ جیسا کہ ارشاد فرمایا:

ومھیمنا علیہ. (سورۃ المائدہ:۴۸) — اور ان پر محافظ وگواہ ہے۔

۲۔ سیدنا آدم علیہ السلام نے متفرق اسماء کے ذریعے سے چیلنج فرمایا، ارشاد ہوا:

فقال انبئونی باسماء ھؤلآء ان کنتم صدقین. (سورۃ البقرہ:۳۱) — فرمایا: سچے ہو تو ان کے نام بتاؤ۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذریعے نظم و الفاظ کی صورت میں چیلنج دیا گیا۔ ارشاد فرمایا:

قل لئن اجتمعت الانس والجن علیٰ ان یاتوا بمثل ھذا القرآن. (بنی اسرائیل:۸۸) — تم فرماؤ! اگر آدمی اور جن سب اس بات پر متفق ہو جائیں تو اس قرآن کی مانند لے آئیں۔

۳۔ سیدنا نوح علیہ السلام کو یوں عزت وشرف بخشا کہ ان کی کشتی کو پانی پر کھڑا فرمایا۔ لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی بلند مقام عطا فرمایا۔ روایت میں آتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی کے کنارے کھڑے تھے اور وہاں عکرمہ بن ابی جہل بھی کھڑا تھا۔ کہنے لگا، اگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سچے ہیں تو دوسری جانب سے پتھر کو بلائیں جو تیرتا ہوا آئے اور نہ ڈوبے۔ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھر کو اشارہ فرمایا۔ پتھر اپنی جگہ سے اکھڑا اور تیرتا ہوا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور آپ کے رسول ہونے کی گواہی دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: کیا یہ کافی ہے، کہنے لگا۔ اس کو واپس بھی لوٹائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پتھر کو واپسی کا حکم دیا۔ وہ اپنی جگہ واپس چلا گیا۔

۴۔ سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یوں شرف بخشا کہ ان پر آگ سلامتی کے ساتھ ٹھنڈی ہوگئی۔ لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں اس سے بھی بڑھ کر شرف عطا فرمایا۔ حضرت محمد بن حاطب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں بچہ تھا، مجھ پر ابلتی ہوئی ہنڈیا گر گئی جس کی وجہ سے میرا تمام جسم جھلس گیا۔ میری والدہ مجھے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں لے گئی اور عرض کیا کہ بچے کا جسم جھلس گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے میرے جسم پر لعاب دہن لگایا اور میرے جلے ہوئے جسم پر اپنا دست اقدس پھیرا اور دعا فرمائی، اے مخلوق کے رب! تکلیف کو دور فرما۔ میں اس قدر صحت یاب ہوا کہ تکلیف باقی نہ رہی۔

۵۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یوں شرف بخشا کہ ان کے لیے زمین پر سمندر کو پھاڑ ڈالا، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے آسمان پر چاند کو پھاڑ ڈالا۔ یہاں آسمان اور زمین کا فرق بھی ذہن میں رہنا چاہیے۔

۶۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے پتھر سے پانی کا چشمہ جاری فرمایا اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مبارک انگلیوں سے چشمے جاری فرمائے۔

۷۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بادل سایہ کرتا، یہی شرف حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی عطا فرمایا گیا۔

۸۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ تو چمکتا تھا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس سے بھی بڑھ کر قرآن عظیم عطا کر کے اعزاز بخشا گیا۔ جس کا نور شرق و غرب تک پہنچا ہوا ہے۔

۹۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر عصا کو اژدہے بنایا گیا اور جب ابوجہل نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر پتھر پھینکنے کی کوشش کی تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کاندھوں کے پاس دو اژدہا دیکھے جس کی وجہ سے وہ مرعوب ہو کر بھاگ گیا۔

۱۰۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے ساتھ پہاڑوں نے تسبیح کی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ آپ کے صحابہ کے مبارک ہاتھوں میں پتھروں نے تسبیح پڑھی۔

۱۱۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام جب لوہا اپنے ہاتھ میں لیتے تو وہ نرم ہو جاتا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مبارک ہاتھ جب عمر رسیدہ بکری کے تھنوں کو لگتے تو وہ بھی دودھ سے بھر جاتے۔

۱۲۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کے لیے پرندوں کو جمع کیا جاتا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ میں براق پیش کیا گیا۔

۱۳۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مردہ زندہ کرنے کے ساتھ اعزاز بخشا گیا جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسی جنس سے معجزہ عطا کیا گیا، جب یہودی عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بکری کا زہر آلود گوشت کھلایا تو منہ میں لقمہ رکھتے ہی اس نے بول کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اطلاع دے دی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے برص اور جذام سے بھی شفا دی۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی اہلیہ برص میں مبتلا تھی۔ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ

وسلم نے ایک شاخ لے کر ان کے جسم پر پھیری جس سے وہ مرض ختم ہو گیا۔ اسی طرح جب احد کے دن ایک صحابی کی آنکھ کا ڈیلہ باہر آ گیا تو وہ لے کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے اس کی جگہ پر پیوست فرما دیا۔

۱۴۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام لوگوں کے گھروں کی مخفی چیزوں کو جان لیتے تھے۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنے چچا کو اس مخفی معاملے (مال) کی خبر دی جو ام فضل کے پاس مکہ مکرمہ میں رکھ کر آئے تھے جس پر حضرت عباس رضی اللہ عنہ اسلام لائے۔

۱۵۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک دفعہ سورج کو پلٹایا مگر رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے یہی کام متعدد دفعہ ہوا۔ ایک اس موقع پر جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرما تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سر اقدس حضرت علی کی گود میں تھا۔ بیدار ہوئے تو سورج ڈوب چکا تھا۔ سورج لوٹایا گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز ادا فرمائی۔ اور دوسری دفعہ حضرت علی کے لیے سورج کو پلٹایا گیا اور انہوں نے عصر کی نماز اپنے وقت میں ادا کی۔

۱۶۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی پرندوں کو بولیاں سکھائی گئیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے یہ اعزاز یوں ثابت ہے کہ ایک پرندہ اپنے بچوں کے بارے میں فریاد لے کر آیا اور آپ کے سر انور کے پاس آکر پھڑ پھڑایا اور آپ سے گذارشات کیں۔ آپ نے پوچھا کس نے اس کے بچوں کو تنگ کیا؟ ایک شخص نے عرض کیا، میں نے، آپ نے فرمایا: اس کے بچوں کو واپس کر دو اور بھیڑیے کا آپ کے ساتھ گفتگو کرنا تو بہت ہی مشہور ہے۔

۱۷۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ اعزاز بخشا کہ وہ دن کے پہلے پہر میں ایک ماہ کی مسافت طے کر لیتے تھے لیکن اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کو بیت المقدس میں ایک لمحہ میں لے گیا۔

۱۸۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی سواری یعفور کو صحابہ کرام کو بلوانے کے لیے بھیجتے۔

۱۹۔ لوگوں نے اونٹ کے پاگل ہونے کی شکایت کی کہ ہم اسکے پکڑنے پر قادر نہیں۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے تو اس نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سر جھکا

دیا۔

۲۰۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو آپ نے کسی علاقے میں بھیجا جب وہ جنگل میں پہنچے تو شیران پر حملہ آور ہوا۔ انہوں نے شیر کو مخاطب کر کے کہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قاصد ہوں تو اس شیر نے سر جھکا دیا۔ (حضرت سفینہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ بھی ملتا ہے' مترجم)

۲۱۔ جس طرح جنات حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے' اسی طرح وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھی تابع ہیں۔

۲۲۔ ایک اعرابی گوہ پکڑ کر لے آیا اور کہا جب تک یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان نہ لائے۔ میں ایمان نہیں لاؤں گا۔ تو گوہ نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت کی گواہی دی اور اعلان کیا۔

۲۳۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہرنی کے کفیل بنے تاکہ شکاری اسے چھوڑ دے اور وہ اپنے بچوں کو جا کر دودھ پلائے اور وہ حسب وعدہ واپس لوٹ آئی۔

۲۴۔ غار ثور میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سانپ درپے ہو گیا اور کہنے لگا' میں اتنے سالوں سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار کا طالب ہوں' آپ مجھے کیوں منع کرتے ہیں؟

۲۵۔ تھوڑا سا کھانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے خلق کثیر کے لیے کافی ہو جاتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معجزات حد و شمار سے بڑھ کر ہیں۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے عہد میثاق لیتے ہوئے آپ کا ذکر پہلے فرمایا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

واذاخذنا من النبيين ميثاقهم ومنك ومن نوح.
(سورۃ الاحزاب:۷)

اور اے محبوب! یاد کرو جب ہم نے نبیوں سے عہد لیا اور تم سے اور نوح سے۔

تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت اس درجہ کی ہے تو پھر کیوں نہ ایسی نبوت کو کوثر قرار دیتے ہوئے فرمایا جائے ....انا اعطینک الکوثر ....

چھٹا قول: قرآن:

کوثر سے مراد قرآن ہے۔ جس کے فضائل ان گنت ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

ولو ان ما في الارض من شجرة اقلام. (سورۃ لقمان:۲۷)

''اور اگر زمین میں جتنے پیڑ ہیں سب قلمیں ہو جائیں''

دوسرے مقام پر فرمایا:

قل لو كان البحر مداداً لكلمات ربي لنفد البحر قبل ان تنفد كلمات ربي. (الکہف:۱۰۹)

''تم فرما دو اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے سیاہی ہو تو ضرور سمندر ختم ہو جائے گا اور میرے رب کی باتیں ختم نہ ہونگی۔

ساتواں قول: اسلام:

کوثر سے مراد اسلام ہے' اللہ کی قسم! یہ بھی خیر کثیر ہے کیونکہ اسکے ذریعے دنیا اور آخرت دونوں کی خیر حاصل ہوتی ہے اور اس کے نہ پانے سے دنیا اور آخرت کی خیر سے محرومی ہو جاتی ہے اور یہ کیوں نہ ہو' اسلام سراپا معرفت یا ایسی چیز ہے جس کا تعلق معرفت سے ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

ومن يؤت الحكمة فقد اوتي خيراً كثيرا. (سورۃ البقرہ:۲۶۹)

''اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی''۔

جب اسلام خیر کثیر ہے تو یہ کوثر ہی ٹھہرا۔ اگر کوئی یہ سوال کرے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اسلام کے ساتھ کیوں مخصوص کیا گیا؟ حالانکہ آپ کی نعمتیں تمام کو شامل ہیں۔ اس کے جواب میں کہیں گے کہ اسلام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی سے دوسروں کو پہنچا ہے۔ لہذا

آپ کی ذات اس میں اصل کا درجہ رکھتی ہے۔

آٹھواں قول' اتباع کرنے والے:

کوثر سے مراد اتباع کرنے والے اور امتیوں کی کثرت ہے اور بلاشبہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کی تعداد اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ منقول ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت ہوں' بروز قیامت میری شفاعت قبول کی جائے گی' میں وہاں انبیاء کرام علیہم السلام کے درمیان تشریف فرما ہوں گا تو ہمارے سامنے لوگوں کا بہت بڑا گروہ لایا جائے گا' ہم انہیں دیکھیں گے' ہم سے ہر نبی آرزو کرے گا کہ یہ میری امت ہو' ان کے چہرے آثار وضو سے چمک رہے ہوں گے تو میں کہوں گا رب کعبہ کی قسم! یہ میرے امتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا' پھر اس پہلے گروہ کی طرح ہی دوسرا گروہ ہمارے سامنے لایا جائے گا۔ یہ دیکھ کر ہر نبی امید کرے گا کہ شاید یہ میری امت ہے۔ ان کے چہرے بھی آثار وضو سے چمک رہے ہوں گے کہ میں کہوں گا رب کعبہ کی قسم! یہ میری امت ہے' انہیں بھی اللہ تعالیٰ بغیر حساب کے جنت میں داخل فرمائے گا۔ پھر اس سے تین گنا بڑا گروہ ہمارے سامنے لایا جائے گا۔ انبیاء کرام علیہم السلام دیکھ کر وہی بات دہرائیں گے جو پہلی اور دوسری دفعہ فرمائیں گے۔ پھر آپ نے فرمایا: میری امت کے تین گروہ جنت میں داخل ہوں گے حالانکہ اس سے پہلے لوگوں میں سے کوئی بھی وہاں داخل نہ ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا: نکاح کرو' نسل میں کثرت کرو اگرچہ وہ جنین کی صورت میں گر جائے' میں روز قیامت تمہاری وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسے بچے پر بھی فخر فرما رہے ہیں جو عمر مکلف کو بھی نہیں پہنچا تو پھر اس قدر جم غفیر پر کس قدر فخر فرمائیں گے؟ تو ضروری تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس عظیم نعمت کا تذکرہ کیا جاتا تو فرمایا: انا اعطینک الکوثر۔

نواں قول: فضائل کثیر:

کوثر سے مراد ذات مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں پائے جانے والے کثیر فضائل ہیں اور اس پر امت کا اتفاق ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاء سے افضل ہیں۔ مفضل بن سلمہ کا قول ہے جب کوئی آدمی سخی اور کثیر الخیر ہو تو اسے "رجل کوثر" کہا جاتا ہے۔ صحاح اللغتہ میں ہے' کوثر کا معنی "کثیر الخیر سردار ہوتا ہے"۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر عظیم فضائل سے نوازا تو اس نعمت عظیمہ کا ذکر بھی یوں کیا۔ انا اعطینک الکوثر۔

دسواں قول: رفعت ذکر:

کوثر سے مراد رفعت ذکر ہے' اس پر تفصیلی گفتگو "ورفعنا لک ذکرک" کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔

گیارہواں قول: علم:

اس سے مراد علم ہے' لفظ کوثر کو ان وجوہ کی بنا پر علم پر محمول کرنا اولیٰ ہے۔

۱۔ علم خیر کثیر ہے' ارشاد ربانی ہے۔

وعلمک مالم تکن تعلم وکان فضل اللہ علیک عظیما۔ — "اور تمہیں سکھا دیا جو کچھ تم نہ جانتے تھے اور اللہ کا تم پر بڑا فضل ہے"۔

(سورۃ النساء:۱۱۳)

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طلب علم کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

وقل رب زدنی علما۔ (سورۃ طٰہٰ:۱۱۴) — "اور عرض کرو کہ اے میرے رب! مجھے علم زیادہ دے"۔

حکمت کو خیر کثیر قرار دیتے ہوئے فرمایا:

ومن یؤت الحکمۃ فقد اوتی خیرا کثیرا۔ (سورۃ البقرہ:۲۶۹) — "اور جسے حکمت ملی اسے بہت بھلائی ملی"۔

۲۔ ہم لفظ کوثر کو اخروی نعمتوں پر محمول کریں گے یا دنیاوی پر۔ پہلی مراد نہیں ہوسکتیں کیونکہ فرمایا اعطینا (ہم نے عطا کردی) حالانکہ جنت کی نعمتیں عطا ہوئی نہیں' بلکہ عطا ہوں گی۔ لہذا اسے دنیاوی حاصل ہونے والے امور پر محمول کیا جائے گا اور ان دنیاوی امور میں اشرف و اعلیٰ علم ہی ہے جس میں نبوت بھی داخل ہے۔ لہذا یہاں اسے علم پر محمول کرنا لازم ہوگا۔

۳۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "انا اعطینک الکوثر" تو اس کے بعد فرمایا "فصل لربک وانحر" اور عبادت سے مقدم چیز معرفت ہوتی ہے۔ اس لیے سورۃ النحل میں فرمایا۔

ان انذروا انه لا اله الا انا فاتقون. (سورۃ النحل:۲)
"یہ کہ ڈر سناؤ کہ میرے سوا کسی کی بندگی نہیں تو مجھ سے ڈرو"۔

سورہَ طٰہ میں فرمایا:

انی انا اللہ لا اله الا انا فاعبدنی. (سورہَ طٰہ:۱۴)
"بے شک میں ہی ہوں اللہ کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری بندگی کر"۔

ان دونوں سورتوں میں معرفت کو عبادت سے مقدم لایا گیا ہے اور اس لیے بھی کہ فَصَلِّ میں فا تعقیب کے لیے ہے جو واضح کر رہی ہے کہ کوثر کا عطا کرنا اس عبادت کا سبب ہے اور یہ بات مسلم ہے کہ موجب عبادت علم ہی ہے۔

بارہواں قول: خلق حسن:

اہل علم کہتے ہیں خلق حسن سے نفع کثیر ہے عالم' جاہل' چوپائے اور عاقل تمام اس سے نفع حاصل کرتے ہیں جبکہ علم سے نفع اہل عقل کے ساتھ ہی مخصوص ہے' لہذا حسن خلق کا نفع زیادہ اور عام ہے' اس لیے کوثر کا حمل اس پر ہی ہونا چاہیے' حضور علیہ السلام کی شان اقدس یہی ہے کہ آپ اجنبی لوگوں کے لیے بھی والد کی طرح تھے' ان کی مشکلات حل فرماتے اور ان کے مصائب کا ازالہ فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اخلاق حسنہ اس درجہ پہ تھے کہ مخالفین نے جب دانت مبارک شہید کر دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ دعا فرمائی:

اللھم اهد قومی فانهم لا یعلمون.
اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے کیونکہ یہ مجھے نہیں جانتی۔

تیرہواں قول: مقام محمود:

کوثر سے مقام محمود مراد ہے اور یہی درجہ شفاعت ہے' دنیا میں فرمایا:

وما کان اللہ لیعذبهم وانت فیهم. (سورۃ الانفال:۳۳)
"اور اللہ کا کام نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے محبوب! تم ان میں تشریف فرما ہو"۔

آخرت کے حوالے سے فرمایا:

شفاعتی لا هل الکبائر من امتی.
میری امت کے اہل کبائر کے لیے میری شفاعت ہے۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: ہر نبی کے لیے مقبول دعا ہے۔

وانی اخیأت دعوتی شفاعة لا متی یوم القیامه:
اور میں نے شفاعت امت کے لیے اپنی دعا روز قیامت کے لیے محفوظ رکھی ہوئی ہے۔

چودھواں قول: سورہَ کوثر:

کوثر سے مراد یہی سورت ہے۔ اس لیے کہ یہ مختصر ہونے کے باوجود تمام منافع دنیا ودین کو شامل ہے اور اس لیے بھی کہ یہ درج ذیل وجوہ کی بنا پر معجز ہے۔

۱۔ جب کوثر کو کثرت تبعین یا کثرت اولاد پر محمول کریں گے تو عدم انقطاع نسل' غیبی خبر ہے اور اس کے مطابق ہوا تو یہ سورت معجز قرار پائی۔

۲۔ فرمایا "فصل لربک وانحر" یہ ازالہ فقر کی طرف اشارہ ہے یہاں تک کہ

آپ قربانی پر قادر ہو جائیں گے اور یہی ہوا۔ یہ بھی غیبی خبر ٹھہری۔

۳۔ ارشاد فرمایا: ان شانئک هو الابتر. اس فرمان کے مطابق یہی ہوا تو یہ سورت معجز ٹھہری۔

۴۔ سب سے چھوٹی ہونے کے باوجود مخالف اس کا معارضہ نہ کر سکے تو وہ تمام قرآن کا معارضہ بطریق اولیٰ نہ کر پائیں گے۔ جب ان وجوہ کی بنا پر اس کا اعجاز ثابت ہو گیا تو نبوت کا ثبوت بھی ہو جائے گا۔ جب نبوت ثابت ہو گی تو توحید اور معرفت صانع از خود واضح ہو گی۔ دین واسلام کا ثبوت ہو جائے گا۔

یہ بات بھی حقیقت بن گئی کہ قرآن کلام اللہ ہے۔ جب ان تمام اشیاء کا ثبوت ہو گیا تو تمام دنیا اور اخروی خیرات کا ثبوت بھی ہو گیا تو یہ صورت اس مختصر کامل نکتہ کی طرح ہے جو جمیع مقاصد کو شامل ہو۔ تو صورت میں یہ چھوٹی لیکن معانی میں بڑی ہے۔ یہ اس کی ایسی خصوصیت ہے جو کسی دوسری میں نہیں کہ تین آیات ہیں اور ہم نے واضح کیا ان میں سے ہر ایک معجز ہے تو یہ اپنی ہر آیت کے اعتبار سے بھی اور مجموعہ کے اعتبار سے بھی معجز ہے اور یہ خصوصیت باقی سورتوں میں نہیں۔ لہذا ممکن ہے کوثر سے مراد یہی سورت مبارکہ ہو۔

پندہوراں قول: تمام نعمتیں:

کوثر سے اللہ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ہونے والی تمام نعمتیں مراد ہیں اور یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے۔ کیونکہ لفظ کوثر کثرت اور کثیر کو شامل ہے۔ اسے بعض پر حمل کرنا مناسب نہیں۔ لہذا اسے کل پر ہی محمول کیا جانا لازم ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جب انہوں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ قول نقل کیا تو کسی نے کہا، لوگ تو کہتے ہیں یہ جنتی نہر ہے۔ تو حضرت سعید نے فرمایا: جنتی نہر بھی اس خیر کثیر میں سے ہے جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائی، بعض اہل علم نے کہا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی "انا اعطینک الکوثر" کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو کوثر عطا فرما دی تو لازم ہے اس کا حمل اقرب انہیں انعامات پر ہو جو عطا شدہ ہیں۔ مثلاً نبوت، قرآن، ذکر

حکیم اور دشمنوں پر غلبہ،

رہا حوض یا دیگر تیار کردہ ثواب اگرچہ یہ کہنا جائز ہے کہ وہ اس میں داخل ہیں۔ کیونکہ جو اللہ کے وعدہ سے ثابت ہو وہ واقع کی طرح ہی ہوتا ہے۔ مگر حقیقت وہی ہے جو پہلے آ چکی، اس لیے کہ جو کچھ آپ کے لیے تیار ہے اس کے بارے میں درحقیقت یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مکہ میں اس سورت کے نزول کے وقت وہ عطا کر دیا گیا۔ اس کا جواب یوں دینا ممکن ہے کہ میں نے بچے کے لیے جاگیر الاٹ کر دی تو اب کہا جا سکتا ہے کہ یہ جاگیر اس بچے کی ہے۔ حالانکہ وہ اس وقت اس میں تصرف کا اہل نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۲: فصل لربک وانحر. "تو تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو"۔

اس آیت مبارکہ میں درج ذیل مسائل ہیں۔

مسئلہ اولیٰ:

ا۔ فصل کے یہ مفاہیم ہو سکتے ہیں۔

قول اول: اس سے نماز کا حکم ہے اگر سوال ہو کہ نعمت کے لائق تو شکر ہے تو فصل کے بجائے فاشکر کے لیے ہونا چاہئے تھا۔ اس کے متعدد جواب دیئے جا سکتے ہیں۔

ا۔ شکر تعظیم سے عبارت ہے اور اس کے تین ارکان ہیں۔

رکن اول: اس کا تعلق دل سے ہے کہ یہ جانا جائے کہ یہ نعمت اللہ کی طرف سے ہے نہ کہ غیر کی طرف سے۔

رکن ثانی: اس کا تعلق زبان سے ہے کہ منعم کی مدح کی جائے۔

رکن ثالث: عمل سے منعم کی خدمت کی جائے اور اس کے سامنے تواضع کا اظہار ہو۔

نماز ان تمام پر بلکہ ان سے کہیں زائد امور پر مشتمل ہے تو نماز کا حکم، شکر بجا لانے کے ساتھ اضافی امر کا حکم ہے، لہذا نماز کا حکم دینا ہی احسن ٹھہرا۔

۲۔ اگر فاشکر کہا جاتا تو یہ گمان ہوتا کہ آپ پہلے شاکر نہ تھے حالانکہ آپ ان

سے پہلے اپنے رب کے عارف، مطیع اور اس کی نعمتوں پر شاکر تھے۔ رہی نماز تو یہ وحی کے ذریعے بتائی گئی' ارشاد ہوتا ہے۔

وما کنت تدری ما الکتاب ولا الایمان. (سورۃ الشوریٰ:۵۲) ''اس سے پہلے نہ تم کتاب جانتے تھے اور نہ احکام شرع کی تفصیل''۔

۳۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نماز کا حکم دیا گیا تو عرض کیا میں کیسے نماز ادا کروں۔ حالانکہ میں باوضو نہیں ہوں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''انا اعطینک الکوثر'' پھر جبریل امین نے زمین پر پَر مارا تو وہاں کوثر کا پانی جاری ہوگیا' پھر آپ سے کہا فصل (اب نماز پڑھو)۔

اگر ہم لفظ کوثر کو رسالت پر محمول کرلیں تو گویا یوں فرمایا: ہم نے آپ کو رسالت دی تا کہ آپ اپنی ذات اور تمام مخلوق کو طاعات الٰہی کا حکم دیں اور ان میں افضل نماز ہے۔ جو اپنے رب کی خاطر ادا کی جائے۔

قول ثانی: ''فصل لربک'' کا مفہوم یہ ہے کہ اپنے رب کا شکر ادا کرو' حضرت مجاہد اور حضرت عکرمہ کا یہی قول ہے اس صورت میں ''فصل'' کے فاء کے یہ فوائد ہوں گے۔

۱۔ اس پر تنبیہ ہے کہ نعمت پر شکر فی الفور لازم ہے نہ کہ تاخیر سے۔

۲۔ یہاں فاء سے مراد اس ارشاد گرامی کی طرف اشارہ ہے۔

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون. (سورۃ الذاریات:۵۶) ''اور میں نے جن اور آدمی اسی لیے بنائے کہ میری بندگی کریں''

پھر آپ کو اس بارے میں مزید مبالغہ سے مخصوص فرماتے ہوئے فرمایا:

واعبد ربک حتی یاتیک الیقین. (سورۃ الحجر:۹۹) ''اور مرتے دم تک اپنے رب کی عبادت میں رہو''۔

اور آپ کو یہ فرمایا گیا:

فاذا فرغت فانصب. (الانشراح'۷) ''تو جب تم نماز سے فارغ ہو تو (دعا میں) محنت کرو''۔

آپ پر تو ہر پہلی عبادت کے بعد دوسری عبادت ہے تو میری نعمت کے حصول کے بعد آپ کیسے شکر ادا نہ کریں گے؟

قول ثالث: ''فصل'' اللہ سے دعا کرو کیونکہ صلاۃ سراپا دعا ہے' اس صورت میں فاء کا فائدہ یہ ہوگا گویا یہ فرمایا کہ ہم نے آپ کے سوال و دعا سے پہلے کوثر جیسی نعمت عطا کرنے میں بخل نہیں کیا تو آپ کے سوال کے بعد کیا عالم ہوگا؟ لیکن آپ مانگیں' عطا کیا جائے گا۔ آپ شفاعت کریں' شفاعت قبول کی جائے گی۔ اور یہ اس لیے بھی ہے کہ آپ ہمیشہ اپنی امت کے غم میں رہا کرتے (تو دعا کا حکم دیا) واضح رہے' ان تینوں میں سے قول اول اولیٰ ہے کیونکہ مفہوم عرف شرع کے زیادہ قریب ہے۔

مسئلہ ثانیہ: ارشاد گرامی ''وانحر'' میں دو قول ہیں۔

قول اول: عام مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد اونٹ کی قربانی ہے۔

قول ثانی: اس سے نماز کے افعال مراد ہیں یا تو اس سے پہلے یا اس کے اندر یا اس کے بعد' پھر درج ذیل وجوہ ذکر کیں ہیں۔

۱۔ شیخ فراء کا قول ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ قبلہ کی طرف منہ کرو۔

۲۔ اصبغ بن نباتہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا جب یہ سورت نازل ہوئی تو حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبریل سے پوچھا' اس نحیرہ سے کیا مراد ہے جس کا حکم میرے رب نے دیا ہے؟ عرض کیا یہ نحیرہ نہیں' بلکہ حکم یہ ہے جب آپ نماز کی تکبیر تحریمہ کہیں تو ہاتھ بلند کریں' اسی طرح جب رکوع کریں اور وہاں سے سر اٹھائیں اسی طرح کریں جب آپ سجدہ کریں' یہ ہماری اور ملائکہ کی نماز ہے جو سات آسمانوں پر رہتے ہیں۔ ہر شے کی ایک زینت ہے اور نماز کی زینت ہر تکبیر کے وقت ہاتھ اٹھانا ہے۔

۳۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ''اس سے مراد نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا ہے'' بھی منقول ہے۔ فرمایا: نماز سے پہلے ہاتھ اٹھانا پناہ مانگنے والے عاجز کی اور سینے پر رکھنا خضوع وخشوع کرنے والے کا عمل ہے۔

۴۔ حضرت عطا کا قول ہے کہ دو سجدوں کے درمیان اس طرح بیٹھنا مراد ہے کہ

سینہ ظاہر ہو جائے۔

۵۔ امام ضحاک اور سلیمان تیمی کہتے ہیں' اس سے مراد دعا کے بعد ہاتھوں کو اپنے سینہ تک بلند کرنا ہے۔ شیخ واحدی کا کہنا ہے ان تمام اقوال کی اصل نحر بمعنی صدر ہے۔ اونٹ کے ذبح کو نحر کہا جاتا ہے کیونکہ جائے نحر اس کے سینہ میں ہوتی ہے' اس لئے کہ سینہ کی اعلیٰ جانب حلقوم ظاہر ہوتا ہے۔ یہاں نحر کا معنی اصابت نحر ہے۔ شیخ فراء کا قول استقبال قبلہ ہے' اس کی تائید ابن الاعرابی نے یوں کی۔ نحر' نماز میں نمازی کا محراب کے سامنے قیام ہے اور وہ قبلہ رخ ہونا ہی ہوتا ہے نہ دائیں ہوگا اور نہ بائیں۔ فراء نے یہ محاورہ بھی بیان کیا منازلھم تتناحر (ان کے گھر متقابل میں) شاعر نے کہا۔

ابا حکم ھل انت عم مجالہ   وسید اھل الا بطع المتناحر

معنوی نکتہ:

یہاں معنوی نکتہ یہ ہے کہ گویا اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے۔

الکعبة بیتی وھی قبلة صلاتک و قلبک قبلة رحمتی ونظر عنایتی.

"کعبہ میرا گھر ہے اور وہ آپ ﷺ کی نماز کا قبلہ ہے اور آپ ﷺ کا قلب انور میری رحمت اور میری نظر عنایت کا قبلہ ہے"۔

تو اب دونوں قبلے آمنے سامنے ہونگے۔

اکثر مفسرین کی رائے:

اکثر نے کہا' اسے قربانی پر محمول کرنا اولیٰ ہے اور ان کے دلائل یہ ہیں۔

۱۔ قرآن مجید میں جہاں بھی نماز کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی زکوٰۃ کا حکم ہے۔

۲۔ لوگ بتوں کے لیے نماز اور قربانی دیتے تھے' فرمایا: تم اپنے رب کی خاطر نماز پڑھو اور قربانی کرو۔

۳۔ یہ تمام اشیاء (رفع یدین' ہاتھ سینے پہ باندھنا وغیرہ) نماز کا حصہ ہیں' لہذا ان کا ذکر "فصل لربک" میں آچکا۔ نحر سے مراد کوئی دوسری شے ہوگی کیونکہ حصہ شئی کا عطف جمیع پر کرنا بعید ہے۔

۴۔ "فصل" سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعظیم کی طرف اور وانحر سے خلق خدا پر شفقت کی طرف اشارہ ہے۔ اور تمام عبودیت ان دو اصولوں سے باہر نہیں۔

۵۔ لفظ نحر کا استعمال دیگر معانی مذکورہ کے بجائے قربانی میں زیادہ ہے' لہذا کلام الٰہی میں اسے اس پر محمول کرنا لازم ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا تو علماء احناف نے قربانی کے لزوم پر اس سے استدلال کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا اور آپ نے اس پر عمل کیا کیونکہ آپ واجب کا ترک نہیں فرما سکتے۔ جب حضور نے کیا ہے تو ہم پر بطریق اولیٰ لازم ہوگا کیونکہ ارشاد ہے "فاتبعوہ" (ان کی اتباع کرو) دوسرے مقام پر ہے "فاتبعونی یحببکم اللّٰہ" (میری اتباع کرو اللہ تمہیں محبوب بنائے گا)' شوافع کا کہنا ہے کہ آپ کے اس فرمان کی وجہ سے یہ آپ کا خاصہ ہے' تین چیزیں مجھ پر لازم ہیں مگر تم پر نہیں' قربانی' نماز چاشت اور وتر۔

مسئلہ ثالثہ:

جنہوں نے "فصل" سے مراد نماز لی ہے' ان کا درج ذیل اختلاف ہے۔

۱۔ جنس نماز مراد ہے کیونکہ مشرکین غیر اللہ کے لیے نماز اور اس کے لیے قربانی دیتے تھے۔ یہاں حکم ہوا کہ نماز اور قربانی فقط اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہونی چاہیے'

بیان مجمل میں تاخیر کے جواز پر اس آیت سے استدلال بھی ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نماز کا حکم دیا مگر اس کی کیفیت بیان نہیں کی' شیخ ابو مسلم نے جواباً کہا' یہاں پانچ فرض نمازیں مراد ہیں اور ان کی کیفیت پہلے ہی معلوم تھی۔

۲۔ نماز عید اور قربانی مراد ہے۔ کیونکہ وہ قربانی نماز سے پہلے کرتے تھے تو یہ حکم نازل ہوا محققین کے نزدیک یہ قول ضعیف ہے کیونکہ واو کے ساتھ عطف سے ترتیب لازم نہیں

آتی۔

۳۔ حضرت سعید بن جبیر نے "فصل" سے مراد مزدلفہ میں نماز اور "انحر" سے منیٰ میں قربانی مراد لی ہے پہلا قول اقرب ہے کیونکہ نماز کے ساتھ قربانی کا ذکر ہو تو اس سے لازم نہیں آتا کہ نماز کو یوم نحر کے ساتھ مخصوص کرلیا جائے۔

مسئلہ ء رابعہ:

"لربک" کی لام میں متعدد فوائد ہیں۔

۱۔ لام، صلوٰۃ کے لیے، بدن کے لیے روح کی طرح ہے جس طرح بدن سرتاپا اس وقت ممدوح ہے جب اس میں روح ہو اور اگر وہ میت ہو تو اسے پھینک دیا جاتا ہے۔ اس طرح نماز، رکوع اور سجدہ ہے اگرچہ صورۃً لمبے اور خوبصورت ہوں لیکن اگر "لربک" کا لام نہ ہو تو وہ مردہ اور پھینکنے کے قابل ہوں گے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے اللہ تعالیٰ کے ارشاد گرامی سے یہی مراد ہے۔

واقم الصلاۃ لذکری. (سورۃ طہٰ:۱۴) "اور میری یاد کے لیے نماز قائم رکھ"۔

بعض نے یوں فائدہ بیان کیا کہ ان مشرکین کی نماز و قربانی بتوں کے لیے تھی اور تمہاری نماز اور قربانی اللہ کے لیے ہی ہونی چاہئے۔

۲۔ اس سے پہلی سورت میں فرمایا کہ وہ لوگ ریاکاری کے لیے نماز پڑھتے ہیں تم ریا کے لیے نہیں، بلکہ اخلاص کے طور پر اللہ کی خاطر نماز پڑھو۔

مسئلہ ء خامسہ:

"فصل" کی فا دو امور کی سببیت پر دال ہے۔

۱۔ سببیت عبادت، گویا یہ کہا جا رہا ہے انعام کی کثرت آپ پر عبودیت میں مشغولیت لازم کر رہی ہے۔

۲۔ سببیت ترک مبالات، جب انہوں نے کہا آپ ابتر ہیں تو فرمایا: جس طرح

ہم نے آپ پر انعامات کی کثرت کی ہے تم بھی ہماری عبادت میں اس طرح مشغول ہو جاؤ کہ ان کے قول اور استہزاء کی طرف توجہ نہ رہے۔

اہم نوٹ:

جب انعامات کثیر محبوب ہیں تو لازم محبوب بھی محبوب ہوتا ہے تو "فصل" میں فا کا تقاضا ہے کہ نماز بھی ان نعمتوں کے لوازم میں ہے تو اب نماز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام اشیاء سے زیادہ محبوب ہوگی، اس لیے فرمایا۔

وجعلت قرۃ عینی فی الصلاۃ. نماز میں میری آنکھوں کی ٹھنڈک رکھی گئی ہے۔

آپ اس قدر نماز ادا فرماتے کہ پاؤں مبارک سوجھ جاتے۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے آگے اور پیچھے معاملات پر مغفرت کا اعلان نہیں کردیا، تو آپ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں؟

آپ کے الفاظ "افلا اکون عبدا شکورا" میں اس طرف اشارہ ہے کہ "فصل" کی فاء مجھے آگاہ کر رہی ہے کہ طاعت میں مشغولیت مجھ پر لازم ہے۔

مسئلہ ء سادسہ:

ظاہراً یوں کہنا مناسب تھا "انا اعطینک الکوثر فصل لنا وانحر" مگر یہاں تو "فصل لربک" فرمایا: اس کے درج ذیل فوائد ہیں۔

۱۔ یہ بطور التفات ہے جو فصاحت کے اصولوں میں سے اہم ہے۔

۲۔ کلام کو ضمیر سے اسم ظاہر کی طرف لانا عظمت و ہیبت کی مقتضی ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے خلفاء اپنے مخاطبین کو یوں کہتے "یامرک امیر المومنین، ینھاک امیر المومنین".

۳۔ ارشاد "انا اعطینک" میں اس کی تصریح نہیں کہ قائل اللہ ہے یا غیر، پھر کلمہ "انا" میں جمع کا احتمال بھی ہے جیسے کہ واحد معظم کا، اب اگر صل لنا (ہمارے لیے نماز ادا

کرو) کہا جاتا تو یہ احتمال ختم ہو جاتا تو پھر یہ معلوم نہ رہتا کہ نماز فقط اللہ کے لیے ہے یا اللہ اور اس کے غیر کے لیے بھی ہے۔ لہذا ان الفاظ کو ترک کر کے فرمایا "فصل لربک" تا کہ احتمال کا ازالہ ہو جائے اور طاعت وعمل واحد ذات اللہ کے لیے ہی ہے۔

مسئلہ ء سابعہ:

ارشاد گرامی "فصل لربک" "فصل" سے افضل وابلغ ہے کیونکہ لفظ رب اس سابقہ تربیت پہ دال ہے جس کی طرف "انا اعطینک الکوثر" میں اشارہ ہے اور مستقبل کے حوالے سے بھی وعدہ ہے کہ وہ آپ کی تربیت فرماتا رہے گا اور آپ کو کسی موڑ پر تنہا نہیں ہونے دے گا۔

مسئلہ ء ثامنہ:

آیت مبارکہ میں دو سوال ہیں۔

ا۔ نماز کے بعد زکوۃ کا ذکر آتا ہے یہاں قربانی کا ذکر کس حکمت کی بنا پر ہے؟

۲۔ "ضحّ" فرمادیا جاتا تا کہ ہر قسم کی قربانی اس میں شامل ہو جاتی۔ "انحر" میں تو صرف اونٹ کی قربانی ہے)

پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے صلاۃ سے مراد نماز عید لی ہے ان کے ہاں تو یہاں قربانی کا ذکر ظاہر ومناسب ہے، لیکن جنہوں نے مطلق نماز مراد لی ہے ان کے جوابات یہ ہیں۔

ا۔ مشرکین کی نمازیں اور قربانیاں بتوں کے لیے ہوتیں تھیں۔ یہاں یہ حکم دیا گیا کہ ان دونوں اعمال کو اللہ کی خاطر کرو۔

۲۔ کچھ مفسرین نے کہا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ملکیت میں دنیا صرف اس قدر رکھتے جتنی حاجت ہوتی اسلئے آپ پر زکوۃ واجب نہیں تھی، البتہ! قربانی واجب تھی کیونکہ آپ کا فرمان ہے تین اشیاء مجھ پر لازم ہیں مگر تم پر نہیں، قربانی، نماز چاشت اور وتر۔

۳۔ عربوں کے ہاں سب سے معزز مال اونٹ تھا۔ آپ کو اس کی قربانی اور راہ خدا میں پیش کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ علائق نفسانی کالذات دنیا اور اس کی سرشاریوں سے قطع تعلق ہو جائے۔ حضور علیہ الصلوۃ السلام سے مروی ہے، آپ نے سو اونٹ ذبح فرمائے، ان میں ابو جہل کا اونٹ بھی تھا جس کی نکیل سونے کی تھی۔ آپ نے خود ذبح فرمائے حتی کہ تھکاوٹ محسوس کی، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ذبح کا حکم دیا، بوقت ذبح کہ کیفیت یہ تھی۔

وكانت النوق يزدحمن على رسول الله ﷺ فلما اخذ على السكين تباعدت عنه.

اونٹ رسول اللہ ﷺ کے آگے ذبح ہونے سے پہلے لیٹ جاتے مگر جب چھری سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے لی تو پیچھے ہونے لگے۔

دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ نماز بدنی عبادات میں سے اعظم عبادت ہے، لہذا اس کے ساتھ اعظم مالی عبادت کا ہی ذکر فرمایا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ تھا کہ آپ علیہ الصلوۃ والسلام کو حالت فقر کے بعد اسقدر غنا نصیب ہوگا کہ آپ سو اونٹ راہ خدا میں ذبح فرمائیں گے۔

مسئلہ ء تاسعہ:

آیت مبارکہ قربانی سے پہلے ادائیگی نماز کے لزوم پر دال ہے، اس لیے نہیں کہ واؤ کا تقاضا ترتیب ہے، بلکہ آپ کا فرمان ہے۔

ابدوأ بما بدأ الله به.

اس کے ساتھ ابتدا کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے ابتداء فرمائی ہے۔

مسئلہ ء عاشرہ:

اصح قول کے مطابق یہ سورت مکی ہے۔ رہا قربانی کا حکم تو یہ بشارت کا درجہ رکھتا ہے کہ تمہیں حکومت نصیب ہوگی اور فتنہ وخوف ختم ہو جائے گا۔

۳: ان شانئک هو الابتر. — بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اس آیت کریمہ میں یہ مسائل ہیں۔

مسئلہء اولیٰ: اس کے شان نزول کے بارے میں درج ذیل آراء ہیں۔

قول اول:

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد سے نکل رہے تھے اور عاص بن وائل سہمی داخل ہو رہا تھا' اس نے آپ سے کچھ گفتگو کی۔ سرداران قریش (جو مسجد میں پہلے ہی تھے) نے اس سے پوچھا یہ کون تھے' جن سے تو گفتگو کر رہا تھا؟ کہنے لگا' یہ ابتر ہے۔ یہ انہوں نے آپس میں گفتگو کی' اللہ تعالیٰ نے اسے ظاہر فرما دیا اور یہ بھی ایک اعجاز ہے۔ یہ بھی مروی ہے عاص بن وائل نے کہا محمد ابتر ہے' اس کا کوئی بیٹا نہیں جو اس کا جانشین ہو۔ جب ان کا وصال ہو گا تو ان کا ذکر ختم ہو جائے گا۔ اور اس سے پہلے سیدہ خدیجہ سلام اللہ علیہا سے آپ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کا وصال ہو چکا تھا' یہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما' مقاتل' کلبی اور اکثر' اہل تفسیر کی رائے ہے۔

قول ثانی:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے جب کعب بن اشرف مکہ آیا اس کی قریش سے ملاقات ہوئی' انہوں نے کہا تو اہل مدینہ کا سردار ہے اور ہم اہل سقایہ (زم زم والے) اور اہل سدانہ (خزانہ کعبہ) ہیں تو ہم بہتر ہوئے یا یہ جو قوم سے کٹ جانے والا ہے جو کہتا پھرتا ہے میں ان سے بہتر ہوں؟ وہ کہنے لگا' تم اس سے بہتر ہو تو پھر آیت مبارکہ نازل ہوئی۔

ان شانئک هو الابتر. — بے شک جو تمہارا دشمن ہے وہی ہر خیر سے محروم ہے۔

اور یہ بھی نازل ہوا۔

الم تر الی الذین اوتوا انصیبا من الکتاب یؤمنون بالجبت و الطاغوت (سورۃ النساء:۵۱) — کیا تو نے وہ نہ دیکھے جنہیں کتاب کا ایک حصہ ملا ایمان لاتے ہیں بت اور شیطان پر۔

قول ثالث:

حضرت عکرمہ اور شہر بن حوشب کہتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر وحی نازل کی اور آپ نے قریش کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے کہا' محمد ہم سے منقطع ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی کہ یہ منقطع ہوئے ہیں نہ کہ رسول۔

قول رابع:

یہ ابو جہل کے بارے میں نازل ہوئی' جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صاحبزادے کا وصال ہوا تو ابو جہل کہنے لگا' میں ان سے بغض رکھتا ہوں کیونکہ یہ ابتر ہیں حالانکہ یہ اس کی حماقت تھی۔ یہ ایسے امر کی بنا پر بغض ہے جو آپ کے اختیار میں نہیں کیونکہ بیٹے کی موت آپ کا مقصد اور مراد نہ تھی۔

قول خامس:

آپ کے چچا ابولہب کے بارے میں نازل ہوئی کیونکہ آپ نے اسے ہلاکت کے بارے میں اطلاع دی تو اس نے آپ کی غیر موجودگی میں کہا' یہ ابتر ہے۔

قول سادس:

یہ عقبہ بن ابی معیط کے بارے میں آئی کیونکہ اس نے آپ کو ابتر کہا۔

ممکن ہے ان تمام کفار نے یہ بات کی ہو کیونکہ وہ آپ کے بارے میں اس سے بھی بدتر بات کہہ دیا کرتے تھے۔ لیکن عاص بن وائل اس بات پر زیادہ زور دیتا تھا اس وجہ سے روایات مشہور میں ہے کہ اس کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی۔

مسئلہ ثانیہ:

شان، بغض، شانی، بغض رکھنے والا، ابتر لغت میں اصل کا کٹ جانا، کہا جاتا ہے۔ میں نے اسے کاٹا تو وہ ابتر (دم کٹا) ہوگیا۔ جس کا پیچھے وارث نہ ہو اسے بھی ابتر کہا جاتا ہے جس گدھے کی دم نہ ہو وہ بھی ابتر کہلاتا ہے۔ اس طرح آدمی سے خیر ختم ہوجائے اسے بھی ابتر کہتے ہیں۔

جب کفار نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں یہ بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے بطور حصر فرمایا آپ کے دشمن میں ہی یہ بات پائی جاتی ہے کیونکہ جب کہا جائے "زید ھو عالم" تو معنی ہوگا دوسرا کوئی عالم نہیں۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں کفار کا قول کہ ابتر ہیں، بلاشبہ ان لعنتیوں نے اس سے یہی مراد لیا کہ آپ سے خیر منقطع ہوجائے گی۔ اب یا تو خیر معین ہوگی یا تمام قسم خیرات مراد ہوں گی۔

اول صورت میں کئی وجوہ کا احتمال ہے۔

۱۔ امام سدی کہتے ہیں جس آدمی کی نرینہ اولاد نہ رہتی، قریش اسے ابتر کہتے تھے۔ جب آپ کے صاحبزادے حضرت قاسم اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہما مکہ میں اور حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ مدینہ میں وصال فرما گئے، تو انہوں نے آپ کے بارے میں کہا "بتر محمد"، یعنی آپ کا کوئی وارث نہیں رہا، تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اطلاع دی کہ آپ کے دشمن میں یہ بات ہے تو ہم دیکھتے ہیں ان کفار کی نسل ختم ہوگئی جبکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسل پاک دن بدن بڑھتی جارہی ہے اور یہ سلسلہ تاقیامت جاری رہے گا۔

۲۔ امام حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، ان کا مقصد ان الفاظ سے یہ تھا کہ آپ اپنا مقصود پانے سے پہلے ہی ختم ہوجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: یہ بات آپ کے دشمن میں ہے کیونکہ یہ ذلیل مغلوب اور شکست کھانے والے ہیں، اسلام کے جھنڈے بلند ہوں گے اور اہل شرق وغرب تمام اسے قبول کرلیں گے۔

۳۔ ابتر سے مراد ان کی یہ تھی کہ انکا کوئی ناصر و مددگار نہیں رہے گا، لیکن اس میں وہ

جھوٹے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آپ کا محافظ و مولیٰ ہے۔ حضرت جبرئیل امین اور صالح مومنین بھی آپ کے معاون و مددگار ہیں۔ رہے کفار تو ان کا کوئی ناصر و دوست نہ رہے گا۔

۴۔ ابتر کا معنی حقیر و ذلیل بھی ہے۔ روایات میں ہے ابوجہل نے لوگوں کی دعوت کی اور وہاں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس نے ابتر کہا اور کہنے لگا، چلو محمد کی طرف، میں انہیں پچھاڑوں گا اور ذلیل و رسوا کروں گا۔ جب سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہاں پہنچے، کشتی پر اتفاق ہوگیا۔ سیدہ نے چٹائی ڈال دی، جب کشتی شروع ہوئی اور ابوجہل نے پوری قوت کے ساتھ آپ کو پچھاڑنے کی کوشش کی تو آپ پہاڑ کی طرح قائم رہے، پھر حضور علیہ الصلوٰۃ و السلام نے اس کے بدترین منہ پر تھپڑ مارا، جب وہ پلٹا تو آپ نے بائیں ہاتھ سے پکڑا کیونکہ استنجا، کے لیے یہی استعمال ہوتا ہے اور وہ بھی نجس و پلید ہی تھا، آپ نے دوبارہ اسے پچھاڑ دیا اور اس کے سینہ پر قدم رکھ دیئے۔ بعض قصہ گو نے کہا یہی واقعہ "ان شانئک ھو الابتر" کے نزول کا سبب بنا۔

۵۔ جب کفار نے آپ کے بارے میں یہ غلط بات کہی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بلاشبہ تمہارا دشمن ہی ابتر ہے۔ یعنی جو انہوں نے آپ کے بارے میں غلط گفتگو کی ہے یہ ختم وفنا ہوجائے گی اور آپ کی جو مدح ہم نے کی ہے وہ تاقیامت باقی رہے گی۔

۶۔ ایک آدمی نے حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے کہا، تم نے اہل ایمان کو ذلیل کردیا کہ تم نے معاویہ کو سلطنت دیدی۔ فرمایا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے مجھے تکلیف نہ دو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خواب میں بنوامیہ کے لوگوں کو منبر پر چڑھتے دیکھا جو آپ کو پسند نہ آیا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ کوثر اور سورۃ القدر نازل کی، پھر بنوامیہ کے ساتھ بھی ایسے ہی ہوا ان کی نسل ختم ہوگئی۔

مسئلہ ثالثہ:

کفار نے جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو برا کہا تو اللہ تعالیٰ نے بلاواسطہ اس کا جواب دیتے ہوئے فرمایا "ان شانئک ھو الابتر" اور اہل محبت کا یہی اصول ہے، کیونکہ

دوست جب کسی کو سنتا ہے کہ وہ اس کے محبوب کو برا کہہ رہا ہے تو وہ خود اس کا جواب دیتا ہے۔
یہاں اللہ تعالیٰ نے خود ان کفار کا جواب عنایت فرمایا اور آپ پر اس کی یہ مہربانی ہر جگہ ہے
جب انہوں نے کہا۔

هل ندلكم على رجل ينبئكم اذا مزقتم كل ممزق انكم لفى خلق جديد. (سورۃ سباء:۷)

کیا ہم تمہیں بتادیں ایسا مرد جو تمہیں خبر دے کہ جب تم پرزہ پرزہ ہوکر بالکل ریزہ ریزہ ہوجاؤ، تو پھر تمہیں نیا بننا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا:

بل الذين لايؤمنون بالاخرة فى العذاب و الضلال البعيد. (سورۃ سباء:۸)

بلکہ وہ جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے عذاب اور دور کی گمراہی میں ہیں۔

جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مجنون کہا، تو اللہ تعالیٰ نے تین قسمیں کھا کر ارشاد فرمایا:

ما انت بنعمة ربک بمجنون. (سورۃ القلم:۲)

تم اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں۔

جب انہوں نے کہا ''لست مرسلا'' (تم رسول نہیں ہو) تو اللہ تعالیٰ نے جواباً ارشاد فرمایا:

يٰس o والقرآن الحكيم o انک لمن المرسلين على صراط مستقيم. (سورۃ یٰس:۱،۲،۳)

حکمت والے قرآن کی قسم! بے شک تم سیدھی راہ پر بھیجے گئے ہو۔

انہوں نے جب یہ کہا:

ائنا لتاركوا الهتنا لشاعر مجنون. (سورۃ الصافات:۳۶)

کیا ہم اپنے خداؤں کو چھوڑ دیں ایک دیوانہ شاعر کے کہنے سے۔

تو اللہ تعالیٰ نے ان کا یوں رد فرمایا۔

بل جاء بالحق و صدق المرسلين. (سورۃ الصافات:۳۷)

بلکہ وہ تو حق لائے ہیں اور انہوں نے رسولوں کی تصدیق فرمائی۔

آپ کی تصدیق فرماتے ہوئے دشمنوں کو وعید سنائی۔

انكم لذائقوا العذاب الاليم. (سورۃ الصافات:۳۸)

بے شک تمہیں ضرور دکھ کی مار چکھنی ہے۔

جب انہوں نے شاعر کہا۔

ام يقولون شاعر. (سورۃ الطور:۳۰)

یا کہتے ہیں یہ شاعر ہیں۔

تو ان کے جواب میں فرمایا:

وما علمنه الشعر وما ينبغى له. (سورۃ یٰسین:۶۹)

اور ہم نے ان کو شعر کہنا نہ سکھایا اور نہ وہ ان کی شان کے لائق ہے۔

جب ان کفار کا یہ قول نقل کیا۔

ان هذا الاافک مبين افترله، (سورۃ الفرقان:۴)

یہ تو نہیں مگر ایک بہتان جو انہوں نے بنا لیا ہے۔

تو انہیں جھوٹا قرار دیتے ہوئے رب تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

فقد جاؤا ظلما و زورا. (سورۃ الفرقان:۴)

بے شک وہ ظلم اور جھوٹ لائے۔

جب انہوں نے کہا:

ما هذا الرسول ليا كل الطعام. (سورۃ الفرقان:۷)

اس رسول کو کیا ہوا کہ وہ کھانا کھاتا ہے۔

اس کا جواب یوں ارشاد فرمایا:

وما ارسلنا من قبلک من المرسلين الاانهم ليا كلون الطعام ويمشون فى الاسواق. (سورۃ الفرقان:۲۰)

اور ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بھیجے۔ سب ایسے ہی تھے۔ کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے۔

اس سے بڑھ کر کسی کی کیا عزت وشان ہوسکتی ہے۔ (کہ خالق کائنات خود دفاع فرمائے)

مسئلہء رابعہ:

اللہ تعالیٰ نے جب آپ کو عظیم نعمتوں کی بشارت دی تو یہ بھی بتا دیا کہ نعمت اس وقت تک خوشی نہیں دیتی جب تک دشمن ذلیل نہ ہو تو دشمن کی ذلت کا وعدہ فرمایا ''ان شانئک ھو الابتر'' اس میں بہت سے فوائد و لطائف ہیں۔

۱۔ گویا فرمایا جا رہا ہے کہ یہ آپ کی مملکت کے بعض اسباب کو دیکھیں اور اپنی شامت اعمال بھی دیکھیں تا کہ غیظ میں خود ہی جلیں۔

۲۔ اسے شانی کہا گویا بتایا جا رہا ہے جو آپ کے ساتھ بغض رکھتا ہے یہ سوائے بغض کے کچھ نہیں کر سکتا اور بغض والا جب تکلیف پہنچانے سے عاجز ہو تو اس کا دل غیظ وحسد میں جل جاتا ہے تو اب اس دشمن کے لیے وہی عداوت سب سے بڑا عذاب بن جاتی ہے۔

۳۔ یہ ترتیب بتا رہی ہے کہ دشمن ابتر ہو گیا ہے کیونکہ وہ آپ کے ساتھ بغض رکھتا ہے اور واقع میں بھی ایسے ہی تھا جو بطور حسد کسی سے دشمنی کرے وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے' پھر خصوصاً اس ذات اقدس کی دشمنی جس کی شان اقدس کی بلندی اور مرتبہ کی عظمت کا خود باری تعالیٰ نے ذمہ لیا ہو۔

۴۔ دشمنوں نے آپ کے لیے قلت و ذلت اور اپنے لیے کثرت و دولت کا دعویٰ کیا' اللہ تعالیٰ نے معاملہ الٹ کر دیا۔ فرمایا: عزت والا وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ عزت سے نوازے' ذلیل وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ ذلیل فرمائے' تو کوثر و کثرت میرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ہے اور ابتریت' دنائت اور ذلت ان کے دشمنوں کے لیے ہے' اول سورۃ اور آخر سورۃ میں کس قدر لطیف مطابقت ہے۔

مسئلہء خامسہ:

جو اس سورۃ مبارکہ کی فصاحت و بلاغت پر غور کرے گا وہ محسوس کرے گا کہ ہم نے جو فوائد اب تک بیان کیے وہ ان فوائد کے سمندر کا قطرہ بھی نہیں ہیں جو اس سورۂ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔

مسیلمہ کذاب کے بارے میں ہے اس نے اس سورت کے مقابل یہ سورت بنائی۔

انا اعطیناک الجماھر' فصل لربک وجاسر'
ان مبغضک رجل کافر.

حالانکہ یہ ذلیل نہیں جانتا کہ وہ اس کوشش میں بھی نہایت ہی ناکام و محروم ہے۔

۱۔ الفاظ اور ترتیب اس نے اس سورت سے لیے تو یہ معارضہ کیسے بنے گا۔

۲۔ ہم نے پہلے بیان کیا یہ سورت سابقہ سورتوں کا نتیجہ ہے اور مابعد کے لیے اصل ہے تو فقط ان کلمات کا ذکر کر دینا اس سورت کے اکثر فوائد کو ضائع کر دینے کے مترادف ہے۔

۳۔ ذوق سلیم رکھنے والا ان کے درمیان تفاوت عظیم پائے گا مثلاً وہاں ہے ''ان شانئک ھو الابتر'' اور اس نے کہا ان مبغضک رجل کافر.

اہم فائدہ:

اس سورت مبارکہ کے لطائف میں اہم یہ ہے کہ ہر کافر نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مختلف الفاظ سے برا کہا' کسی نے لاولد کہا' کسی نے کہا' ان کا ناصر کوئی نہیں' کسی نے کہا ان کا ذکر باقی نہیں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی ایسی مدح فرمائی جس میں تمام فضائل داخل ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ انا اعطیناک الکوثر۔

لانہ لما لم یقید ذلک الکوثر بشیء دون شیء لاجرم تناول جمیع خیرات الدنیا والاخرۃ.

لفظ کوثر کے ساتھ کسی قید کا اضافہ نہیں کیا کہ فلاں شے میں کثرت ہے اور فلاں میں نہیں' لہذا یہ دنیا و آخرت کی تمام

خیرات کو شامل ہے۔

پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام طاعات کا تا وصال حکم دیا کیونکہ طاعت یا بدنی ہوگی یا قلبی، بدنی طاعت میں دو چیزیں افضل ہیں .... طاعت بدنی نماز اور طاعت مالی زکوۃ ہے۔ طاعت قلبی سے مراد یہ ہے کہ ہر عمل اللہ تعالیٰ کی خاطر ہی ہو۔ لـربک کا لام اس کیفیت کو سمجھا رہا ہے۔ پھر یہ بھی آشکار کیا کہ طاعت قلبی، طاعت بدن کے بعد ہی حاصل ہوگی لہذا ذکر میں طاعت بدن کو مقدم کر دیا ''فصل'' اور لام کو مؤخر کر دیا جو طاعت قلبی پر دال ہے تاکہ اہل اباحت کا مذہب غلط ہو جائے کہ بندہ طاعت قلبی کی وجہ سے ظاہری طاعت سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ یہ لام اس مذہب کے بطلان پر شاہد ہے اور اس پر بھی کہ عمل میں اخلاص ضروری ہے۔ پھر لفظ رب انجام کے اعتبار سے آپ کے مقام عالی کی نشاندہی کر رہا ہے گویا فرمایا: میں آپ کے وجود سے پہلے آپ کی تربیت کر رہا ہوں تو آپ کی طاعات پر ہمیشگی کے بعد آپ کی تربیت میں کیسے ترک کر دوں گا؟ ابتداً انعامات کے اضافہ کی ضمانت دی، پھر سورت کے آخر میں آپ کا دفاع اور دشمنوں کے قول کو باطل فرمایا۔ اس میں اس طرف بھی اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ افاضہء انعامات میں اول ہے۔ اور دنیا و آخرت کی نعمتوں کی تکمیل کے لحاظ سے آخر ہے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم۔

درود وسلام کے احکام، فضائل وفوائد پر علمی تحقیقی و تاریخی دستاویز

آئیے قُربِ مُصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پائیں

تصنیف

شیخ عبداللہ سراج الدین شامی

ترجمہ

مفتی محمد خان قادری

مرکز تحقیقاتِ اسلامیہ شادمان ۰ لاہور

مفتی محمد خان قادری

امیرِ کاروانِ اسلام کی دیگر کتب

شاہکار ربوبیت ﷺ
ایمانِ والدین مصطفیٰ ﷺ
حضور ﷺ کا سفر حج
امتیازاتِ مصطفیٰ ﷺ
درِ رسول ﷺ کی حاضری
ذخائرِ محمدیہ ﷺ
محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ
فضائلِ نعلین حضور ﷺ
شرح سلام رضا
نورِ خدا سیّدہ حلیمہ کے گھر
نماز میں خشوع وخضوع کیسے حاصل کیا جائے؟
حضور ﷺ نے متعدد نکاح کیوں فرمائے؟
اسلام اور تحدید ازواج
اسلام میں چھٹی کا تصور
مسلک صدیق اکبرؓ عشق رسول ﷺ
شبِ قدر اور اسکی فضیلت
صحابہ اور تصور رسول پاک ﷺ
مشتاقان جمال نبوی ﷺ کی کیفیات جذب و مستی
اسلام اور احترام والدین
والدین مصطفیٰ ﷺ کے بارے میں صحیح عقیدہ
والدین مصطفیٰ ﷺ جنتی ہیں
نسب نبوی ﷺ کا مقام

حضور ﷺ رمضان کیسے گزارتے ہیں؟
صحابہ کی وصیتیں
رفعتِ ذکر نبوی ﷺ
کیا رسول اللہ ﷺ نے اجرت پر بکریاں چرائیں؟
حضور ﷺ کی رضاعی مائیں
ترک روزہ پر شرعی وعیدیں
عورت کی امامت کا مسئلہ
عورت کی کتابت کا مسئلہ
منہاج النحو
منہاج المنطق
معارف الاحکام
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد پنجم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ششم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہفتم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد ہشتم
ترجمہ فتاویٰ رضویہ جلد دہم
ترجمہ فتاویٰ جلد پانزدہم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ششم
ترجمہ اشعۃ اللمعات جلد ہفتم
صحابہ اور محافلِ نعت
صحابہ کے معمولات
خواب کی شرعی حیثیت
حضور ﷺ کے والدین کے بارے میں اسلاف کا مذہب

حضور ﷺ کے آباء کی شانیں
والدین مصطفیٰ ﷺ کا زندہ ہو کر ایمان لانا
مزاحِ نبوی ﷺ
تبسم نبوی ﷺ
علماء نجد کے نام اہم پیغام
اللہ اللہ حضور کی باتیں ایک ہزار احادیث کا مجموعہ
جسم نبوی ﷺ کی خوشبو
کیا سگ مدینہ کہلوانا جائز ہے؟
ہر مکاں کا اُجالا ہمارا نبی ﷺ
مقصد اعتکاف
سب رسولوں سے اعلیٰ ہمارا نبی ﷺ
صحابہ اور بوسہ جسم نبوی ﷺ
رسول اللہ کے کسی عمل کو ترک فرمانے کی حکمتیں مسئلہ ترک
محبت اور اطاعت نبوی ﷺ
آنکھوں میں بس گیا سراپا حضور ﷺ کا
نعل پاک حضور ﷺ
صحابہ اور علم نبوی ﷺ
روح ایمان، محبت نبوی ﷺ
امام احمد رضا اور مسئلہ ختم نبوت ﷺ
تفسیر سورۃ الکوثر
تفسیر سورۃ القدر